☎ 217685
Fax : 246343

Shabab Travels

(Recognised by Ministry of Labour Govt. of India)

Lic No. 002114/U.P./Per/100/2 $\frac{3}{4}$/3773/93

Contact for :

*International And Domestic Air Ticketing &
Emigration Visa Haj Umrah Visa Stamping*

AIR INDIA Saudia SAUDI AIRLINES **PIA**

حج کیلئے بھی رابطہ قائم کریں

**173/27, Dr. B. N. Verma Road
(Kachahri Road), Lucknow 226018**

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

6/-

خواتین سے باتیں ترجمان

بانی: حضرت سید مولانا محمد ثانی حسنیؒ

ماهنامه

رضوان

لکھنؤ

شمارہ نمبر (۱)
جنوری سنہ ۱۹۹۵ء

جلد نمبر ۳۹

مجلس ادارت

ایڈیٹر:-
محمد حمزہ حسنی

معاونین:-
امامہ حسنی
میمونہ حسنی
اسحاق حسنی ندوی
جعفر مسعود حسنی ندوی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان .... ساٹھ روپے
غیر ممالک ہوائی ڈاک .... ۵۰ امریکی ڈالر
فی شمارہ .... پانچ روپے

نوٹ:- ڈرافٹ پر صرف لکھیں
RIZWAN MONTHLY

پتہ

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲، ۱۷۲ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ (انڈیا)

ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان ۵۴/۲، ۱۷۲ محمد علی لین سے شائع کیا

۳ اپنی بہنوں سے — مدیر
۴ کتاب ہدایت — مولانا محمد منظور نعمانی
۶ حدیث کی روشنی — سید عمار حسنی
۸ اسوۂ صحابیہ — مولانا عبد السلام ندوی
۱۰ نعت — مبارک بقاپوری
۱۱ میاں بیوی کے حقوق — مولانا قاری صدیق احمد باندوی
۱۶ عدل فاروقی — سید صابر حسین
۲۰ معاشی پسماندگی — مولانا عبد الحق
۲۵ چراغ آخر شب — یونس جاوید
۳۰ دنیا کی تہذیب و تمدن — حکیم محمد اسلم صدیقی
۳۳ سوال جواب — محمد طارق ندوی
۳۴ طب و صحت — حکیم اخلاق محمود چغتائی
۳۶ بچوں کا گوشہ — مائل خیرآبادی
۳۸ دسترخوان — ثمینہ صدیقی

اپنی بہنوں سے

مدیر

اس وقت اسلامی و غیر اسلامی دنیا میں جو واقعات پیش آ رہے ہیں اور ان واقعات کی جو اطلاعات ہم تک اخبارات ریڈیو اور نشر و اشاعت کے دوسرے ذرائع سے پہنچ رہی ہیں وہ مایوس کن بھی ہیں اور امید افزا بھی۔ مایوس کن ہیں مسلمانوں کے اعتبار سے اور امید افزا ہیں اسلام کے اعتبار سے، جب ہم ان واقعات کی روشنی میں مسلمانوں کے حالات دیکھتے ہیں' ان کی نااتفاقی گروہ بندی اور خود پسندی دیکھتے ہیں' لاٹری' شراب اور سود جیسی لعنتوں میں ان کو گرفتار دیکھتے ہیں خود غرضی بے حیائی اور مفاد پرستی کا ان میں مظاہرہ دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید ان کا آخری وقت ہے' لیکن جب ہم کو ان واقعات کی اطلاعات ملتی ہیں جن کا تعلق اسلام سے ہے' اس کے پھیلنے سے ہے' لوگوں کے دلوں میں اس کے جگہ بنانے سے ہے جیسے کہ برطانیہ کے ایک مشہور اخبار "ٹائمز" نے ۱۵ نومبر ۱۹۹۳ء کے اپنے شمارہ میں لکھا ہے کہ "اسلام اپنی تعلیمات' عورتوں کے حقوق کی رعایت اور عورت اور مرد کے درمیان مساویانہ برتاؤ کرنے کی وجہ سے برطانوی خواتین میں تیزی کے ساتھ مقبول ہوتا جا رہا ہے اور برطانیہ ہی کے ایک دوسرے اخبار "سنڈے ٹیلیگراف" نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں "ایٹن کالج کے طلبا پر دعوت محمدی کے اثرات" کے عنوان سے پورا ایک مضمون شائع کیا ہے' جس میں کالج کے متعدد طلبہ کے اسلام قبول کرنے کے واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

اسی طرح جب ہم فرانس کے مشہور فلسفی رجا جارودی' فرانس ہی کے مشہور ڈاکٹر موریس بکائی' کونگو کے رکن پارلیمنٹ اور صدر کے مشیر "کولوبیل ازلہ" برطانیہ کے مشہور پاپ سنگر "کیوٹ اسٹیون" اٹلی کے مشہور اسپورٹس فوٹوگرافر موریس فورڈ اور برطانیہ کے ایٹن کالج کے دو ذہین اور ہونہار طالب علموں "ماتھیو اور نیولاس" کے اسلام قبول کرنے کے واقعات پڑھتے ہیں اور امریکن آرمی میں مذہب اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے اور امریکی نژاد نو مسلم فوجیوں کو نماز پڑھانے کیلئے کیپٹن عبد الرشید محمد کا بحیثیت امام و خطیب تقرر دیکھتے ہیں اور اسلامک سنٹر آکسفورڈ میں شہزادہ چارلس کی وہ تقریر سنتے ہیں جس میں انہوں نے ان الفاظ میں یہ تک کہہ دیا کہ خود ہمارے گھریلو مسائل کا حل بھی صرف اسلام کی تعلیمات اپنانے میں ہے تو ایسا لگتا ہے کہ ابھی تو ابتدا ہے' تھوڑی سی مدت اور درکار ہے' اسلام کے غالب آنے کی بشرطیکہ درمیان سے ہم کو ہٹا دیا جائے اور براہ راست اسلام کا مطالعہ کیا جائے۔

کتاب و سنت

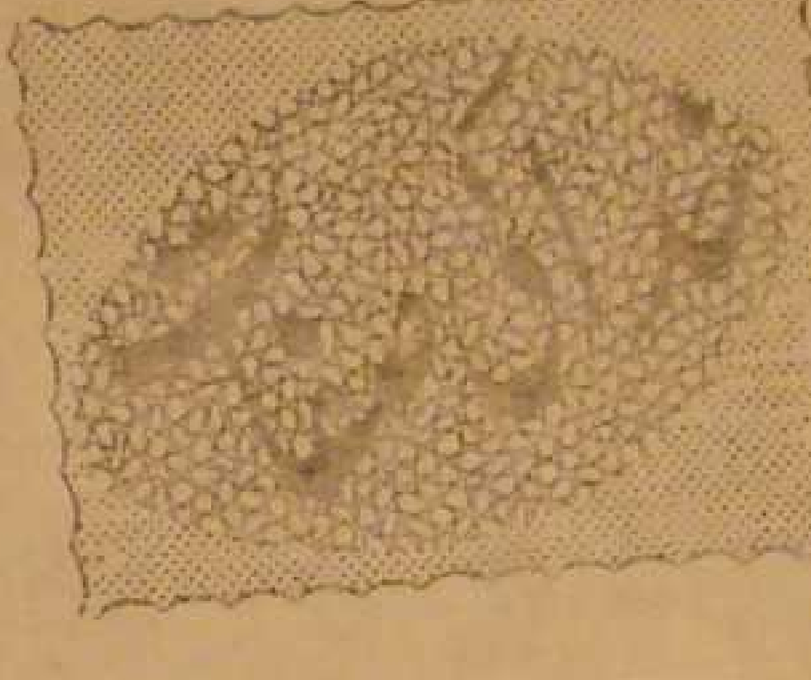

مولانا محمد منظور نعمانی

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم ہے جو اپنے پیغمبر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے خطاکار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ "اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو اور نہ بھاگو اس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو اب توبہ کر لو اور اپنی حالت ٹھیک کر لو۔ میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں"۔

اور سورۂ شوریٰ میں ایک جگہ فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ (شوریٰ ع ۳)

اور وہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سب کو پوری طرح جانتا ہے۔

اور سورۂ نساء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطاکار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝ (نساء۔ ع ۳)

اور جو تم میں سے اس بدفعلی کا ارتکاب کریں تو ان کو سزا دو، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انھوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے لیکن اگر وہ اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے کیونکہ انھوں نے در اصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کر دینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اور اسی سورۂ نساء میں آگے ایک جگہ فرمایا اور ہر قسم کے گناہ گاروں اور خطاکاروں کو مژدہ سنایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (نساء ع ۱۶)

اور جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ (رہ پچھتائے) اور اللہ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پا دے گا وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور بڑا شفیق اور مہربان۔

اور سورۂ زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطاکار بندوں ہی کے لیے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انھیں پکارا گیا وہ تو اللہ کی صفت رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیہ کار اور عمر بھر کا سخت پاپی بھی اگر دل کے کانوں سے ان کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے در رحمت کی طرف دوڑ پڑے، اپنے رسول رحمت للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطاکار بندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝ (زمر ع ۶)

اے میرے وہ بندو! جنھوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ناامید مت ہو، اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے، حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اور اب بھی رجوع ہو جاؤ اور رخ کر لو اپنے اس غفور و رحیم پروردگار کی طرف، اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اس کے کہ تمھارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمھیں آ پکڑے، اور پھر کوئی تمھاری مدد نہ کر سکے اور کوئی تم کو بچا نہ سکے۔

اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں؟

سورۂ زمر کی اس آیت رحمت سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جا چکی ہیں (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطاکاروں کے لیے اللہ کی رحمت و مغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور بے پایانی کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیہ کاروں کے لیے اس میں گنجائش ہے لیکن اس کے دروازہ میں داخلہ کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ اپنے معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے

اسی لیے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ کی رحمت اور اس کی بخشش و غفاریت کے بیان کے ساتھ اس کی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزادہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ ہی میں رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ساتھ اس کی صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا بھی ذکر فرمایا گیا:

اس کا مقصد اور منشا یہی ہے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھوٹ ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لیے کھلا ہوا ہے۔

بہر حال اسی غلط فہمی سے بچانے کے لیے قرآن مجید میں جا بجا رحمت کے ساتھ خدا کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھیے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝

(انعام ع ۱۸)

اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کے بعد بھی) تمھاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارا پروردگار بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے لیکن یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا بھی اس کا قانون ہے اس لیے اگر تم اس باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو ضرور اس کی سخت سزا پاؤ گے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹایا نہیں جا سکتا۔

پاکی طہارت

حدیث کی روشنی میں

سید عمار حسینی

قال اللہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّھَّرُوْا وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو، تو دھولو اپنے منھ کو اور ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سر کا اور پاؤں ٹخنوں تک، اگر تم کو جنابت ہو تو اچھی طرح پاک ہو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی آیا ہے جائے ضرورت سے، یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر تم پانی نہ پاؤ، تو قصد کرو پاک مٹی کا اور مسح کرو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ پر اس سے، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنے احسان کو تم پر، تاکہ تم شکر کرو۔

وضو کی نورانیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن و منور ہوں گے پس تم میں سے جو کوئی اپنی روشنی اور نورانیت کو بڑھا سکے مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے۔

بعض اعمال کی برکت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو وہ اعمال بتاؤں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجے بلند کرتا ہے؟ حاضرین صحابہؓ نے عرض کیا حضرت ضرور بتائیں، آپؐ نے فرمایا (۱) تکلیف و ناگواری کے باوجود پوری طرح کامل وضو کرنا (۲) اور مسجدوں کی طرف قدم زیادہ بڑھانا (۳) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا۔ پس یہی ہے اصلی رباط، بس یہی ہے اصلی رباط۔

بغیر دھوئے ہوئے ہاتھ برتن میں نہ ڈالیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، تم میں سے جب کوئی سو کر اٹھے تو جب تک اپنے ہاتھوں کو نہ دھو لے کسی بھی برتن میں نہ ڈالے اس لیے اس کو خبر نہیں کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے۔

وضو کا مسنون طریقہ

حضرت حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے وضو کے لیے پانی منگایا تو آپ نے تین مرتبہ (چھوٹے) ہاتھ کو دھویا، غرارہ کیا، ناک میں پانی ڈالا، ناک چھنکی (سینکا) پھر تین مرتبہ چہرے کو دھویا پھر سیدھے ہاتھ کو دھویا تین مرتبہ کہنیوں تک، پھر اسی طرح الٹے ہاتھ دھویا، پھر سر کا مسح کیا، ٹخنوں تک تین مرتبہ سیدھا پیر دھویا اسی طرح الٹا بھی دھویا، پھر فرمایا میرے وضو کی طرح حضورؐ کا وضو تھا۔

(متفق علیہ)

خفین پر مسح

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں میں حضور اکرمؐ کے ساتھ تھا آپؐ نے وضو فرمایا، میں جھکا کہ آپ کے خفین اتار دوں، آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو میں نے ان کو پہنا تھا پاکی کی صورت میں پھر ان دونوں پر مسح فرمایا۔

مسح کی مدت

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مسافر کے لیے موزے (خفین) پر مسح کی مدت تین دن و تین رات رکھی اور مقیم کے لیے ایک دن ایک رات۔

غسل جنابت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر شرم گاہ کو دھوتے، وضو فرماتے پھر پانی لے کر انگلیوں کو بالوں کی جڑوں میں پہنچاتے اس کے بعد سر مبارک پر تین لپ پانی ڈالتے، پھر پورے جسم پر پانی ڈالتے (آخیر میں) دونوں پاؤں کو دھوتے۔

(متفق علیہ)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا کہ میں اپنے بالوں کو باندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے وقت کھول دیا کروں؟ ایک روایت میں حیض کا ذکر ہے، آپؐ نے فرمایا تمھارے لیے کافی ہے کہ تم تین لپ پانی اپنے سر پر ڈال لیا کرو۔ (مسلم)

پانی نہ ملنے پر تیمم

حضرت عمار ابن یاسرؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور اکرمؐ نے ایک ضرورت سے بھیجا، میں جنبی ہو گیا، غسل کے لیے پانی نہیں ملا تو مٹی میں اس طرح لوٹا جس طرح کہ جانور لوٹتا ہے، جب حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے اس کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا، تمھارے لیے اتنا کافی تھا کہ تم اس طرح مارتے، پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ اور چہرہ مبارک پر مسح کیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ دو آدمی سفر میں گئے اور راستہ میں نماز کا وقت آگیا۔ ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کیا، نماز پڑھی، پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے پانی مل گیا، ان میں سے ایک نے وضو اور نماز کو دہرایا دوسرے نے نہیں دہرایا اس کے بعد دونوں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے اس شخص سے جس نے نماز نہیں دہرائی تھی فرمایا: تم نے سنت کے مطابق عمل کیا اور تمھاری نماز ہو گئی۔ اور دوسرے سے فرمایا تمھیں دوگنا اجر ملے گا۔

(ابوداؤد و نسائی)

دنیا اور آخرت

دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اگر انسان خواب میں روئے تو بیداری میں ہنستا ہے پس تم دنیا میں خوف الٰہی سے رونا اختیار کرو تاکہ آخرت میں ہنسو۔

(حضرت یحییٰ معاذ الرازیؒ)

اسوۂ صحابہ

مولانا عبدالسلام ندوی

(قسط ۴۷)

تعلیم تحریر و کتابت

بعض آیتیں اس قسم کی تھیں جن پر تاریخی حیثیت سے اعتراض ہوتا تھا اور صحابہ کرام آپ سے ان کا جواب پوچھتے تھے مثلاً ایک بار آپ نے ایک صحابی کو نجران کے عیسائیوں کے پاس بھیجا، تو ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کہا گیا ہے حالانکہ حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے زمانے میں بہت فصل ہے ان سے اس کا جواب بن نہیں آیا، اس لیے انھوں نے واپس آکر آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہود اپنے قدیم انبیاء و صلحاء کے نام پر اپنی اولاد کا نام رکھتے تھے اس لیے حضرت مریمؑ کے بھائی کا نام اسی طریقہ پر ہارون رکھا گیا تھا۔

۲۔ بعض اوقات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر کے متعلق صحابہ کرام کا امتحان لیتے تھے اور جب ان سے جواب بن نہیں آتا تھا تو خود آیت کی تفسیر فرما دیتے تھے، قرآن مجید میں ایک آیت ہے،

کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین

(مثل اس پاک درخت کے جس کی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے اور وہ ہمیشہ پھلتا رہتا ہے)

ایک بار صحابہ کا مجمع تھا آپ نے پوچھا یہ کون سا درخت ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں اگرچہ اس کا جواب آیا لیکن انھوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی موجودگی میں کچھ بولنا خلاف ادب سمجھا، بالآخر آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔

صحابہ کرام کو آپ کی زبان مبارک سے تفسیر کے سننے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار جب آپ نے حالت سفر میں بہ آواز بلند یہ آیت پڑھی،

یاایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئی عظیم

(لوگو اپنے خدا سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے)

تو صحابہ کرام نے اپنی سواریوں کو تیزی کے ساتھ دوڑایا کہ آپ اس آیت کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں چنانچہ پاس پہنچے تو آپ نے پوچھا تمھیں معلوم ہے کہ یہ کون سا دن ہے بولے اس کا علم تو صرف خدا اور خدا کے رسول کو ہے، اس کے بعد آپ نے وقائع قیامت کو بیان کیا۔

۳۔ بعض اوقات اکابر صحابہؓ علمی صحبتیں منعقد کرتے تھے اور ان میں قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق بہت سے نکتے حل ہو جاتے تھے ایک بار صحابہ کا مجمع تھا حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آیت ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، صحابہ نے کہا، اس کا علم تو خدا کو ہے، حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے اور کہا کہ یا تو یہ کہو کہ جانتے ہیں یا یہ کہو کہ نہیں جانتے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اگرچہ بہت کم سن تھے اور اس لیے کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے تاہم حضرت عمرؓ کی ہمت افزائی سے اجمالاً اس قدر کہا کہ یہ آیت ایک عمل کی مثال ہے، حضرت عمرؓ نے مزید تشریح کی اور کہا کہ اس دولت مند شخص کے عمل کی مثال ہے، جس نے اطاعت الٰہی کی پھر شیطان کے اغوا سے گناہوں کا مرتکب ہوا، اس لیے خدا نے اس کے تمام اعمال کو برباد کر دیا۔

ایک بار تمام کبار صحابہ جمع تھے حضرت عمرؓ نے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر پوچھی، سب نے کہا کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم کو اس آیت میں تسبیح و استغفار کا حکم دیا گیا ہے حضرت عمرؓ خاموش رہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی گئی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی یہی جانتا ہوں۔

۴۔ بعض اوقات لوگ صحابہ کرامؓ سے تفسیر کے متعلق سوال کرتے اور وہ اس کا جواب دیتے، قرآن مجید میں ہے:

لا تحسبن الذین یفرحون ۔ الخ

(جو لوگ خوش ہوتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں)

ایک بار مروان نے اپنے دربان کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اگر یہ گناہ ہے تو ہر شخص پر عذاب ہونا چاہیے، انھوں نے کہا کہ اس آیت کا تم سے تعلق نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا اور ایک سوال کیا، انھوں نے اس کے اصلی جواب کو مخفی رکھ کر دوسری بات بتادی اور جس علم کو مخفی رکھا، اس پر خوش ہوئے اور جو جواب دیا اس پر داد طلب کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

جس آیت میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں،

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلاث وربٰع

(اگر تمھیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے حسب خواہش دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو،)

لیکن بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں باہم ربط نہیں معلوم ہوتا، یتیموں کے معاملے میں عدم انصاف اور چار نکاح کی اجازت میں باہم کیا تعلق ہے؟

ایک بار حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیاں جائداد میں ولی کی شریک ہوتی ہیں وہ ان سے نکاح کر لیتا ہے اور مہر ان عورتوں سے کم دیتا ہے، ایسی حالت میں ان سے نکاح کرنے کی ممانعت کی گئی اور دوسری عورتوں سے نکاح کا حکم دیا گیا۔

ازواج مطہرات میں جن دو بیویوں نے آپ سے مظاہرہ کیا تھا ان کے نام ایک برس سے حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عمرؓ سے پوچھنا چاہتے تھے بالآخر ایک سفر حج میں یہ موقع ملا اور انھوں نے بتایا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ تھیں۔

مناسک حج میں سے ایک رکن کوہ صفا و مروا کے درمیان دوڑنا بھی ہے، قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں۔

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما ۔

(صفا و مروہ کی پہاڑیاں شعائر الٰہی میں سے ہیں پس جو شخص خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر ان کا بھی طواف کرے)

حضرت عروہؓ نے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ سے کہا کہ خالہ جان! اس کے تو معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں، فرمایا، بھانجے تم نے ٹھیک نہیں کہا، یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے، اوس و خزرج اسلام سے پہلے مناۃ کی جے پکارا کرتے تھے، مناۃ مُشلّل میں نصب تھا اس لیے وہ لوگ صفا و مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے، اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے، اب کیا حکم ہے اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفا و مروہ کا طواف کرو، اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔

نعت

مُبارک بیجاپوری

زہے بخت وہ یاد آنے لگے
مقدر ہمارا جگانے لگے!

زمانہ دلاسا نہ جب دے سکا
انھیں زخم دل ہم دکھانے لگے

جونہی میری فریاد پہنچی وہاں
وہ سپنے میں راتوں کو آنے لگے

پریشاں جو دیکھا ہمیں روزِ حشر
جو ساتھی تھے آنکھیں چرانے لگے!

یہ فیض شفاعت یہ فیض کرم
یہ عاصی بھی جنت میں جانے لگے

بہشت بریں میں انھیں دیکھ کر
طیورِ جناں چہچہانے لگے!

نبی کی نگاہ کرم جب ہوئی
مبارکؔ مدینے کو جانے لگے

پیکرِ خلق

واصف نظامی

خلق کے پیکر مہر کے خوگر صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم

ہم کو کیوں نہ ناز ہو تم پر صلی اللہ علیہ وسلم
لاڈلے حق کے تم ہو پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم

دور ہوا دنیا سے اندھیرا اور چمکا پُر نور سویرا
پیدا ہوئے جب ماہِ منور صلی اللہ علیہ وسلم

پہلے رسولوں نے آنے کی دی تھی بشارت جنکی جہاں کو
آپ وہی ہیں جگ کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے افضل سب سے اعلیٰ بعد خدا کے آپ کا درجہ
دونوں جہاں کے مالک و سرور صلی اللہ علیہ وسلم

سوئے ہوئے انساں کو جگایا آپنے راستہ حق کا دکھایا
آئے جہاں میں رحمت بن کر صلی اللہ علیہ وسلم

واصفؔ مجھ کو غم نہیں کچھ بھی بیکسوں اور گنہگاروں کی
روزِ محشر ہوں گے مددگار صلی اللہ علیہ وسلم

میاں بیوی کے حقوق

احادیث کی روشنی میں

مولانا قاری صدیق احمد باندوی

شوہر کے حقوق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(رواہ الترمذی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا شوہر اس کے انتقال کے وقت راضی رہا وہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پابندی کے ساتھ پڑھتی رہے رمضان کے روزے رکھتی رہے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(رواہ ابونعیم فی الحلیہ) مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے۔ (جمع الفوائد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی نماز اور کوئی نیکی مقبول نہیں، ایک غلام جو آقا کی بغیر اجازت کہیں بھاگ گیا ہو یہاں تک کہ پھر واپس آ کر اس کی اطاعت کرے دوسرے عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو تیسرے حرام چیز کھا پی کر نشے میں مست ہو یہاں تک کہ ہوش میں آجائے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سی عورت اچھی ہوتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا وہ عورت سب سے بہتر ہے جو شوہر کو خوش رکھے، اس کی اطاعت کرے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے اور نہ مال میں خیانت کرے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں جس شخص کو مل جائیں تو اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی (۱) ہر حال میں شکر کرنے والا دل (۲) اللہ کا ذکر کرنے والی زبان (۳) مصائب پر صبر کرنے والا بدن (۴) بیوی جو نہ اپنے نفس میں خیانت کرے اور نہ شوہر کے مال میں۔

حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً آجائے خواہ وہ کھانا پکا رہی ہو اور اس میں کچھ نقصان کا اندیشہ ہو)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کرے جس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو اس عورت پر

فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

(متفق علیہ)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک اس عورت پر ناراض ہوتا ہے یہاں تک شوہر اس سے خوش ہو جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو جو حور قیامت میں اس کو ملنے والی ہے وہ یوں کہتی ہے کہ خدا تیرا ناس کرے تو اس کو مت ستا یہ تو تیرے پاس مہمان ہے تھوڑے ہی دن میں تجھ کو چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔

روایت میں آتا ہے کہ اگر مرد اپنی عورت کو حکم دے کہ اس پہاڑ کے پتھر اٹھا کر اس پہاڑ تک لے جائے تو اس کو چاہیے کہ انکار نہ کرے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاوند کا عورت پر اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے جسم پر پیپ بہہ رہی ہو اور عورت اس کو چاٹ کر صاف کرے تب بھی اس کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا۔

(ترغیب)

ایک حدیث میں ہے کہ دنیا کا سب سے اچھا سامان ایسی عورت ہے جو اپنے خاوند کے لیے اس کے آخرت کے کاموں میں مددگار ثابت ہو۔

عورتیں اگر چاہیں تو اپنے شوہر کی بہت کچھ اصلاح کر سکتی ہیں۔ جو عورت اپنے مطالبات شوہر سے پورے کرا لیتی ہے وہ اگر دین کی طرف مائل کرے اور اس کی کوشش کرے کہ شوہر جائز آمدنی حاصل کرے ہر کام میں شریعت کی پابندی کرے تو کیا نہیں کر سکتی؟ مگر عورتوں میں خود بھی دینی جذبہ نہیں، شریعت کا لحاظ نہیں تو شوہر کو کیا ترغیب دیں گی۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ مرد کے حقوق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ مرد کا بیوی پر ایک حق یہ ہے کہ بغیر اجازت کے بیوی گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی عزیز کے یہاں جائے اور نہ دوسری جگہ حدیث شریف میں ہے: المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان۔

عورت کو پردے میں رہنا چاہیئے جب عورت باہر نکلتی ہے تو اس کو شیطان جھانکتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں اس عورت کی وجہ سے بے حیائی عیاشی، بدکاری عام ہوتی جا رہی ہے تعجب ہے کہ مرد کی غیرت کس طرح گوارہ کرتی ہے کہ اس کی بیوی پر دوسرے کی نظر پڑے مگر آج کل وہی مہذب سمجھا جاتا ہے جو اپنی بیوی کے ہاتھ سے دوسرے کو چائے پلائے اس کے ساتھ پارکوں میں سیر کرے، سینما جائے بازاروں میں پھرے بے غیرتی کی حد ہے کہ اس کی بیوی دوسرے کے ساتھ خواہ کتنی ہی دیر سیر کرتی رہے اور جہاں چاہے چلی جائے اس کو کچھ احساس نہیں، یہ مغربی تہذیب کا دلدادہ اس پر خوش ہے کہ اس کی بیوی مہذب ہے ایک شخص نے تو اپنی بیوی کو اس وجہ سے طلاق دی ہے کہ وہ غیروں کے سامنے آکر نہیں بیٹھتی پردہ میں رہتی ہے۔

مرد کا ایک حق یہ ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے نفل روزہ اور نفل نماز نہ پڑھے ہو سکتا ہے اس کو اس وقت حاجت ہو جس کا پورا کرنا اس کے لیے ضروری ہو (پورا کرنا چاہتا ہو)

عورت کو چاہیے کہ ہر وقت شوہر کی مرضی کا خیال رکھے۔ شوہر کی حیثیت سے زیادہ اس سے خرچ طلب نہ کرے جو کچھ میسر ہو جائے اس پر گزر کرے کسی بات کی ضد اور ہٹ نہ کرے، اگر تنگی کے ساتھ گزر ہوتی ہو تو اس کی شکایت کسی سے نہ کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اکثر فاقہ ہوتا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں کئی کئی دن تک چولھا تک نہ جلتا تھا۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کی ساری زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی ان کی اہلیہ جب بھوک سے بیقرار ہوتیں تو حضرت ارشاد فرماتے

کہ بیوی صبر کرو جنت میں ہم کو اس کا بہتر بدلہ ملے گا۔

شیخ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی حال ایسا ہی تھا ان کے یہاں ہر دوسرے تیسرے دن فاقہ ہوتا تھا، جس دن فاقہ ہوتا، بچوں سے فرماتے کہ آج ہمارے یہاں شیخ جی مہمان ہیں کھانا نہ ملے گا، بچے اس طرح سے خوشی مناتے جیسے لوگ عید کے دن خوش ہوتے ہیں۔ اس قسم کے بکثرت واقعات ہیں کہ اللہ کے مقبول بندوں اور بندیوں نے تنگی کے ساتھ زندگی بسر کی اور کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہ آیا۔ اللہ پاک ہم سب کو اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شوہر اس کے لیے کوئی چیز لائے تو پسند ہو یا ناپسند ہو اس پر خوشی کا اظہار کرے، شوہر کی ناشکری نہ کرے، حدیث پاک میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کثرت سے عورتوں کو دوزخ میں دیکھا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ عورتیں لعنت کثرت سے کیا کرتی ہیں اور شوہر کی ناشکری کرتی ہیں، شوہر کسی بات پر ناراض ہو جائے تو اس کو ہر ممکن طریقہ سے خوش کرے، شوہر کے رشتہ داروں کی عزت کرے خصوصًا اس کے والدین کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آئے ان سے جھگڑا فساد نہ کرے، شوہر کے گھر کوئی ناگوار چیز پیش آئے تو اپنے ماں باپ کے گھر جا کر اس کی شکایت نہ کرے، شوہر غصہ میں کوئی بات کہہ دے تو اس کا جواب نہ دے اگر شوہر کی کوئی دوسری بیوی ہو تو یہ مطالبہ نہ کرے کہ دوسری کو طلاق دیدے تب میں ساتھ رہوں گی ورنہ نہیں۔

بیوی کے حقوق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں خیر خواہی کی وصیت قبول کرو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اس واسطے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ سیدھا نہ ہو گا البتہ ٹوٹ جائے گا اگر چھوڑ دو گے تو ٹیڑھا رہے گا اس لیے تم عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو اور اس کی اس حالت میں رہتے ہوئے نفع حاصل کرتے رہو۔

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن مرد مومن عورت کو جدا نہ کرے اگر ایک عادت اس کی ناپسند ہو تو دوسری عادت سے وہ خوش ہو جائے گا۔

مطلب یہ ہے کہ عورتوں میں اگر بہت سی عادتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے شوہر کو تکلیف ہوتی ہے تو کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو شوہر کو خوش کرنے والی ہوتی ہیں تو پھر عقلمندی یہ نہیں ہے کہ کوئی بات ناگواری کی پیش آئے تو اس کو علاحدہ کر دے اس کو ستائے جس سے آدمی کو نفع ہو اس کی کچھ باتیں برداشت بھی کرنی چاہئیں جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام یا باندی کی طرح نہ مارے اس واسطے کہ بیوی سے یہ کیا کم نفع ہے کہ اس سے اپنی خواہش پوری کرتا ہے جس سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں حضورؐ کے ساتھ سفر میں تھی اس سفر میں حضورؐ اور میں نے دوڑنے میں مقابلہ کیا میں آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد میرا بدن جب بھاری ہو گیا تو پھر حضورؐ سے دوڑنے میں مقابلہ کیا اس مرتبہ حضورؐ آگے بڑھ گئے، تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اس مرتبہ کی دوڑ کے مقابلہ میں ہے۔

یعنی پہلی مرتبہ تم بڑھ گئیں تھیں اس مرتبہ میں آگے ہو گیا لہذا دونوں برابر ہو گئے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات کی کس قدر دلجوئی مقصود تھی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کے ساتھ اس قسم کی تفریح جائز ہے بشرطیکہ

وہاں کوئی اجنبی مرد نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہو اور میں اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں جب تمہارے ساتھی کا انتقال ہو جائے تو اس کی برائی چھوڑ دو اچھائی کے ساتھ اس کا ذکر کرو۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے اور عادات اچھے ہوں اور اپنی بیوی، بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہؐ ہمارے اوپر ہماری بیویوں کے کیا حقوق ہیں! آپ نے ارشاد فرمایا جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، اس کے کپڑے کا انتظام کرو، اس کے چہرے پر نہ مارو، اس کو گالی نہ دو، اگر کسی وجہ سے تم اس سے ناراض ہو جاؤ تو اس کو گھر سے باہر نہ نکالو، زیادہ سے زیادہ یہ کرو کہ کچھ دن اس کے پاس لیٹنا بند کر دو۔

عبداللہ ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے بیوی بچوں سے ان کا کھانا روک دے یا تو بالکل نہ دے یا کم دے دونوں صورتوں میں گنہگار ہوگا۔

اس زمانہ میں شوہر بیوی کے حق میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔ ذرا سی بات ہوئی تو بیوی کو مارنے لگتے ہیں۔ بعض ظالم تو ایسے ہیں کہ اس کو جوتے لاٹھی سے مارتے ہیں اگر ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیوں مارتے ہو تو شوہر کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اس وقت اس نے کھانا نہیں پکایا اور گھر کا فلاں کام نہیں کیا۔ حالانکہ عورت کے اوپر شوہر کے گھر کی خدمت یا اس کا کھانا پکانا واجب نہیں یہ تو اس کا احسان ہے کہ وہ گھر کا کام کرتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ جو بلا قصور اپنی بیوی کو مارتا ہے اور گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق ہے اس کی شہادت مقبول نہیں اس کی امامت مکروہ ہے، بعض لوگ غصہ کے ایسے تیز ہوتے ہیں کہ ان کی منشا کے ذرا بھی خلاف ہو تو فوراً طلاق دے دیتے ہیں ایسے شخص پر خدا اور رسول کی سخت ناراضگی ہوتی ہے عورت میں عقل کم ہوتی ہے اس کو نصیحت کرتا رہے دین کی باتیں اس کو بتاتا رہے اس سے اگر قصور ہو جائے تو معاف کر دیا کرے نرمی سے سمجھا دے کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کرنا اس سے آپس کے تعلقات درست رہیں گے گھر کا انتظام ٹھیک رہے گا ایک حدیث میں ہے کہ شیطان کو اس سے زیادہ کسی کام میں خوشی نہیں ہوتی کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا کرا دے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مرد کو اپنی بیوی سے بغض نہ رکھنا چاہیے اگر اس سے کوئی بات ناگواری کی ہوتی ہے تو ایسے کام بھی تو اس سے پورے ہوتے ہیں جس کو یہ پسند کرتا ہے، بیوی کی وجہ سے بدکاری، زناکاری، بدنگاہی سے حفاظت ہوتی ہے یہ کیا کم نفع ہے، تاریخ کی کتابوں میں بہت سے واقعات اس قسم کے ہیں کہ بیوی کی طرف سے ناگواری برداشت کرنے کی وجہ سے اور اس پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ پاک نے شوہر کو ولایت کا مرتبہ عطا فرمایا۔

حضرت مرزا جان جاناںؒ کے حالات میں ہے کہ ان کی بیوی سخت مزاج تھیں، حضرت کو بہت تکلیف دہ باتیں کہا کرتی تھیں لیکن حضرت نے ساری عمر اس سے نباہ کیا، فرماتے تھے اللہ پاک جو کچھ مجھ سے رشد و ہدایت کا کام لے رہے ہیں وہ بیوی کی سختی برداشت کرنے کی وجہ سے ہے، ایک شخص اپنی بیوی کی سخت کلامی کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا اور یہ طے کیا کہ واپس نہ آؤں گا۔ رات کو ایک جگہ قیام ہوا وہاں دو مسافر پہلے سے ٹھہرے تھے ان میں سے کسی کے پاس کھانے کا سامان نہ تھا اور نہ اس کی کوئی تدبیر ہو سکتی تھی مشورہ یہ ہوا کہ اللہ پاک سے دعا کی جائے کہ غیب سے ہمارے کھانے کا انتظام فرمائے چنانچہ ایک صاحب نے دعا کی پکا ہوا کھانا اتنا آیا کہ تینوں کا پیٹ بھر گیا دوسرے دن بھی ایسا ہوا اور دوسرے نے دعا کی، اس دن بھی کھانا آیا، تیسرا دن ہوا تو اس دن بھی کھانے کا انتظام نہ تھا۔ ان دونوں نے کہا آج تمہارا نمبر ہے تم دعا کرو، وہ شخص بہت پریشان ہوا آخر کار دعا کی اس کا اثر یہ ہوا کہ دونوں دنوں سے اچھا کھانا آیا، ہر ایک نے ایک دوسرے سے دریافت کیا کہ کس طرح دعا کی تھی؟ دونوں ساتھیوں نے کہا: ہم نے یہ کہا تھا کہ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی عمل ایسا نہیں جس کے ذریعہ دعا مانگی جائے ہمارے اطراف میں ایک شخص ہے جو اپنی بیوی کی سختی برداشت کرتا ہے اے پروردگار! اگر وہ آپ کے نزدیک مقبول ہو تو اس کے طفیل میں ہماری پریشانی دور فرما کر ہمارے لیے کھانے کا انتظام فرما۔ اس شخص نے جب یہ سنا اس وقت اس کو معلوم ہوا کہ بیوی کی سختی برداشت کرنے کا اللہ پاک کے یہاں کیا مرتبہ ہے اس کے بعد ہی اس نے گھر آنے کا فیصلہ کر لیا ان دونوں ساتھیوں نے اس سے بھی دریافت کیا کہ آپ نے کیا دعا مانگی تھی جس سے دونوں دنوں کے اعتبار سے کھانا اچھا آیا؟ اس شخص نے کہا کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اے الٰہ العٰلمین ان دونوں کی دعا کی برکت سے دو دن تک میں نے کھانا کھایا، آج میری باری ہے مجھے ان کے سامنے ذلیل اور رسوا نہ فرما، میری لاج رکھ لے اور اپنے فضل سے کھانے کا انتظام فرما دیجئے۔

شیخ سعدیؒ نے حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص بہت دور سے ان کی زیارت کے لیے خرقان پہنچا جب شیخ کے مکان پر حاضر ہوا تو اس وقت شیخ موجود نہ تھے، لکڑیاں لینے کے لیے جنگل تشریف لے گئے تھے۔ ان کی اہلیہ نے معلوم کیا کہ یہ شخص دور سے ان سے ملنے کے لیے آیا ہے تو ان سے کہا کس مکار کے پاس آئے ہو اور حضرت کی بہت برائی کی، اس کے دل میں شیخ کی طرف سے کچھ اعتقاد میں فرق آنے لگا، وہاں سے واپس ہوا تو کچھ لوگ شیخ کے انتظار میں تھے ان لوگوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم سب لوگ روزانہ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے ہیں، حضرت کا معمول ہے صبح آپ توقف لا کر فروخت کرتے ہیں، یہی حضرت کا ذریعہ معاش ہے آپ توقف کریں حضرت ابھی تشریف لانے والے ہیں مگر اس نے پتہ معلوم کر کے جنگل کا قصد کیا وہاں عجیب ماجرا دیکھا کہ حضرت شیر پر سوار ہیں لکڑی کا گٹھا شیر کے اوپر ہے وہ شخص اس سے بہت متاثر ہوا اور اہلیہ محترمہ کی گفتگو سے اعتقاد میں جو کمی ہو رہی تھی وہ دور ہوئی، غالباً یہ کرامت اللہ پاک نے شیخ سے اس واسطے ظاہر فرمائی کہ یہ شخص دور سے حضرت سے فیض حاصل کرنے کے لیے آیا ہے۔ اللہ پاک کی رحمت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ بد اعتقادی کی وجہ سے محروم ہو کر جائے اس کے بعد اس شخص نے حضرت شیخ سے ادب کے ساتھ دریافت کیا کہ حضرت! خداوند کریم نے آپ کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے لیکن اہلیہ محترمہ کا حال تو دوسرا ہے وہ حضرت کی بہت مخالف ہیں، حضرت نے جواب دیا خاموش رہو، اللہ پاک نے میرے ساتھ جو کرم کا معاملہ فرمایا بیوی کی سختی برداشت کرنے کی بنا پر ہے۔

کسی کی دو بیویاں ہوں تو دونوں کے ساتھ انصاف کرے

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی کے پاس دو بیویاں ہوں اور ان کے درمیان انصاف نہیں کیا تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی جانب جھکی ہوئی ہوگی۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی)

آج کل خواہش اور جذبات میں آ کر لوگ دوسری شادی کر لیتے ہیں اور پہلی بیوی کے حقوق کا بالکل لحاظ نہیں کرتے وہ دوسروں کی غلامی کر کے اپنا گزر کرتی ہے اور یہ دوسری بیوی کے ساتھ عیش کی زندگی گزارتے ہیں شریعت میں ضرورت کی بنا پر چار بیویوں

(باقی صفحہ ۱۹ پر

سید صابر حسین شاہ بخاری

آج کی دنیا کو عدلِ فاروقی رض کی ضرورت ہے

کوئی بھی اپنے آپ کو ظالم نہیں کہلانا چاہتا خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، فردِ واحد ہو یا جماعت یا حاکمِ وقت ہو۔ مگر اظہر من الشمس ہے کہ ہم میں سے اکثر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں، زیادتی، بے رحمی اور ناانصافی ظلم ہی کے پودے ہیں، ظلم کے کھیل میں فرد سے لے کر حکومت تک سب ہی شریک ہوتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر اہل دل خوب روتے ہیں۔

اس دور میں کوئی بھی اسلامی ملک پرسکون نہیں، کہیں اقتصادی بدحالی ہے، کہیں جنگ و قتال ہے، بیت المقدس جیسا متبرک مقام اسرائیلیوں کے قبضے میں ہے، مسلمانوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک کے حکمران بیت المقدس آزاد کرانے سے عاری ہیں، ادھر فلسطین کے مسلمانوں کا قتل بھی جاری ہے، الغرض مسلمانوں پر غفلت طاری ہے۔ آج کل مسلمان اخلاقی اقدار میں غریب اور ان کو ہر طرف سے خطرہ قریب ہے۔

اے مسلمان! کبھی تو نے دل میں یہ خیال کیا ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا اور کیوں ہو رہا ہے؟ دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھو، ہاں، مسلمان تنزل کیوں ہوا! ذرا دیکھ کہیں عدل و انصاف نظر آ رہا ہے؟ نہیں عدل و انصاف کا تو کہیں نام و نشان تک بھی نہیں! عدل کی کیا حیثیت ہے؟ عدل سنت الٰہیہ ہے، کائنات کا تمام تر خوبصورتی اور رعنائی محض عدل کی وجہ سے ہے۔ استحکام اور بقا کا معیار بھی اسی میں ہے، ہاں ہاں سنو عدل، یہ عدل وہ ہے کہ اسلام جس پر نازاں ہے

عدل ہی میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی ہے مگر آج عدل مفقود نظر آتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں میں بھی عدل غیر موجود ہے، مسلمانوں کا ماضی نہایت ہی درخشندہ ہے، مسلمانوں نے ایسا رعب و دبدبہ تھا کہ مسلمان کا نام سن کر کانپ اٹھتا تھا، بہت سی فتوحات ہوئیں آخر وجہ کیا تھی ان میں ایک عام فرد سے لے کر حکمران تک عدل راج تھا۔ وہ حکمران بھی بڑے خدا ترس، عادل اور ہمدرد تھے، وہ بلا امتیاز مذہب و ملت مظلوموں کی حمایت فرمایا کرتے تھے، وہ رعایا کی خبرگیری و راحت کے لیے اپنی نیند تک قربان کر دینے والے تھے، وہ مسلمان حکمران بڑے جواں مرد اور بہادر تھے۔

آج بھی مسلم حکومتیں عادلانہ نظام رائج کریں تو مصائب ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر حکمران عادل بن جائیں تو رعایا بھی ضرور عدل و انصاف اپنائے گی۔ عدل ہی سے سلطنت قائم رہ سکتی ہے، ظلم و ستم سے ملک ویران ہو جاتا ہے۔ عدل و انصاف کی ضرورت کے پیش نظر آج آپ کو عدل و انصاف کے ایک پیکر کی چند عادلانہ جھلکیاں پیش کر رہا ہوں۔

عدل و انصاف کا پیکر، اسلام کا عظیم علمبردار جاں نثار نبوت، مراد شہنشاہ کائنات، سراپا امن و ایمان، فاتح بیت المقدس، خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرمایا اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہارشنبہ (بدھ) نماز فجر میں ابولؤلؤ فیروز نامی مجوسی نے آپ کو شکم مبارک میں خنجر مارا۔ یہ زخم کاری تھا اور آپ اس زخم کی تاب نہ لا کر تیسرے دن شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ گنبد خضرا کے اندر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت اسلامیہ کے تمام قاضیوں (ججوں) کے نام جو فرمان جاری کیا اس کا ایک اہم حصہ یہ تھا۔

عدل و انصاف ایک فریضہ ہے، مجلس انصاف میں سب کو برابر رکھو تاکہ کوئی کمزور انسان انصاف سے مایوس نہ ہو اور کسی معزز با اثر شخص کو کسی رو رعایت کی آس پیدا نہ ہو جب تک تمہارے نزدیک ایک اہم شہری اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں عدالت کے اندر برابر نہ ہوں اس وقت تم قاضی کے منصب کے اہل نہیں ہو سکتے۔"

فتح قادسیہ کے موقع پر آپ نے لوگوں کو فتح قادسیہ کی خوش خبری سنائی تو فرمایا۔

"مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو غلام بنانا چاہتا ہوں۔ میں خدا کا بندہ ہوں البتہ میرے ذمے خلافت کا کام ہے اگر میں اس طرح کروں کہ تم آرام و چین سے گھروں میں زندگی بسر کرو تو میری سعادت ہے اور اگر میری یہ خواہش ہو کہ تم میرے دروازے پر حاضری دو تو یہ میری بدبختی ہے۔ میں تم کو تعلیم و تربیت دینا چاہتا ہوں لیکن زبانی نہیں بلکہ خود اپنے عمل سے۔"

اور سنیے! ایک مرتبہ فرمایا۔

"اگر خلیفہ صراط مستقیم پر چلے تو لوگوں کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے اگر وہ غلط راستہ اختیار کرے تو اسے قتل کر دینا چاہیے۔

حضرت طلحہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ "اگر خلیفہ ٹھیک نہ چلے تو اسے معزول کر دینا چاہیے"؟ آپ نے فرمایا کہ غلط کاروں کو معزول کرنے کے بجائے قتل کرنا بعد میں آنے والوں کے لیے عبرتناک ہو گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہ ارشادات ایک اسلامی حکمران کے لیے زریں اصول ہیں، حضرت عمر فاروق رض کی نگاہ میں عدل و انصاف حدود خلافت کے چپے چپے پر بلا تاخیر بروقت، محل اور جھونپڑی میں یکساں پہنچنا چاہیے تھا۔

یہ فلسفہ صرف آپ کی نگاہ و نظر کی چیز بن کر نہیں رہا بلکہ آپ نے پوری شدت سے اس پر عمل کیا ادنیٰ اور بے اثر لوگوں میں سے بھی اگر کوئی گورنر یا اس جیسے کسی اعلیٰ افسر کی شکایت کر دیتا تو عدل فاروقی با اثر کو اس ادنیٰ کے برابر کھڑا کر دیتا۔ اگر تحقیق سے وہ مجرم ثابت ہوتا تو پھر سزا سے نہیں بچ سکتا تھا۔ مسند خلافت سے بلند ہونے والی آواز عدل کے تمام تقاضے پوری کرتی ہے۔

"انتظامیہ کے ارکان سن لیں میرے پاس کسی حاکم کی شکایت آ گئی تو دریافت حال کے بعد انصاف کروں گا۔ سزا سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔" حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح شام و مصر، جو اس وقت مصر کے حاکم تھے، پوچھنے لگے اگر کوئی حاکم کسی کو ادب دینے کے لیے سزا دے تو کیا آپ اس کا بدلہ بھی لیں گے؟ فرمانے لگے "ہاں۔ شریعت کی سزائیں مقرر ہیں، انصاف کے تقاضے پورے کر کے وہ دی جائیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

ایک دفعہ عہد فاروقی میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح قادسیہ و مدائن کی شکایت آئی تو اس زمانے میں ایرانیوں نے نہاوند کے قریب ڈیڑھ لاکھ فوجیں جمع کی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "وقت اس شکایت کے لیے تھوڑا اور حالات پرخطر ہیں، تاہم انصاف میں تاخیر نہیں کروں گا۔" آپ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ بھیجد

انھوں نے ایک ایک مسجد میں جاکر لوگوں سے پوچھا۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مدینے آئے، وہ پوری کارروائی سے بری ثابت ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم میرا خیال بھی یہی تھا مگر انصاف کا حق ادا ہو گیا" اس کے بعد جھوٹے مدعیوں کو قانون کی گرفت میں لیا گیا۔

انسانی برابری اور عدل و انصاف کی جو مثالیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تمام ہوئیں تاریخ کا طالب علم ان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ برابری کا جو حق عہد فاروقی میں دیکھا گیا وہ کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ عدل فاروقی اپنی مثال آپ ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بطور فریق قاضی کے پاس پیش ہوئے تو قاضی تعظیم کے لیے اٹھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "تو کیسے انصاف کرے گا تو نے شروع میں ہی غلطی کر دی ہے میں اور میرا مخالف تیرے سامنے برابر ہیں اور تجھ کو دونوں سے برابری کا سلوک کرنا چاہیئے۔

جب آپ یروشلم تشریف لے گئے تو آپ اور آپ کا غلام باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور جب یروشلم پہنچے تو اونٹ پر غلام سوار تھا اور آپ نے مہار پکڑی ہوئی تھی کیا دنیائے اسلام اب بھی آپ کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔

عہد فاروقی میں حق، برابری اور عدل و انصاف کی سب سے نمایاں مثالیں مجرموں کی سزا سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے بیٹے نے نبیذ پی اور ان پر نشہ طاری ہو گیا وہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر مصر کے پاس گئے کہ ان پر حد جاری کر دیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جھڑک کر نکال دیا۔ اس پر عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے "اگر آپ نے مجھ پر حد جاری نہ کی تو جب میں والد کے پاس جاؤں گا تو یہ بات ان سے کہوں گا۔" اس پر حضرت عمرو بن العاصؓ ڈر گئے اور عبدالرحمان رضی اللہ عنہ پر حد جاری کر دی لیکن تازیانے بند کمرے میں اپنے گھر میں لگائے گئے اور سر بھی بند کمرے میں مونڈا (شراب پینے کی سزا تازیانے اور سر منڈانا تھی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم ہو گیا کہ حد بند کمرے میں لگائی گئی ہے اور آپ نے بڑا سخت خط حضرت عمرو بن العاصؓ کو لکھا۔

"ابن العاص مجھے تمھاری جرات اور بدعہدی پر حیرت ہے اور تمھیں معزول کر کے چھوڑوں گا۔ تم نے عبدالرحمان کو اپنے گھر میں تازیانے لگائے اور وہیں اس کا سر مونڈا حالانکہ تم جانتے تھے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو۔ عبدالرحمان تمھاری رعایا کا ایک فرد ہے تمھیں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیئے تھا جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے خیال کیا کہ وہ امیرالمومنین کا بیٹا ہے، حالانکہ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے نزدیک کسی شخص سے حق وصول کرنے میں رعایت اور نرمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس وقت میرا یہ خط تمھارے پاس پہنچے اسی وقت اسے ایک اونی قبا پہناؤ اور کاٹھی پر بٹھا کر میرے پاس فوراً بھیج دو کہ وہ اپنے گناہ کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔"

حضرت عمرو بن العاصؓ نے حکم کے مطابق سوار کر کے بھیج دیا جب عبدالرحمان اپنے والد کے پاس پہنچے تو سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سفارش بھی کی کہ حد تو لگ چکی ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ حد لگوائی عبدالرحمان کہتے جاتے تھے "میں بیمار ہوں آپ مجھے قتل کر رہے ہیں" حد لگنے کے بعد وہ زیادہ بیمار ہو گئے اور فوت ہو گئے۔

اسی طرح ایک دوسرے لڑکے ابو شحمہ کو ایک جرم میں درے مار مار کر ختم کر دیا اور اپنے آغوش میں لے کے فرمایا "تیرا باپ تجھ پر قربان ہو تو حق پر قتل ہوا" یہ ہے عدل فاروقی۔ اب تو عدل فاروقی ضرب المثل بن چکا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہے تھے کہ کان میں آواز آئی "مصر کے عامل عیاض تو باریک کرتہ پہنتے ہیں اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں" فوراً لوٹ آئے ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں وہ ہو مدینے لے کر آؤ۔ وہ پہنچے تو انھوں نے دروازے پر ملازم کو موجود پایا عیاض بھی باریک کرتہ (جو عام طور پر لوگوں کو میسر نہ تھا) پہنے ہوئے تھے۔ ان کی پیشی ہوئی تو آپ نے ان کا کرتہ اتروا کر سب کے سامنے بالوں کا ایک کمبل پہنایا اور بکریوں کا ریوڑ منگوا کر حکم دیا کہ صحرا میں لے جاؤ اور بکریاں چراؤ۔ تم انسانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہو۔

عدل فاروقی کی خصوصیات کہاں تک تحریر کی جائیں اس کے لیے تو دفتر درکار ہیں طوالت کی وجہ سے ان ہی واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آج انسانیت کا کیا حال ہے؟ انسانیت ظلم کی وجہ سے تڑپ اٹھی ہے اور سسک رہی ہے، انسانیت کی پکار ہے کہ "آج دنیا کو عدل فاروقی چاہیئے"، عدل فاروقی کے بغیر عروج پر پہنچنا محال ہے! اسلامی سلطنت کے لیے بنیادی طور پر ہر شخص کے ساتھ ہر معاملہ میں قوانین اسلام کے مطابق عدل و انصاف لازم و ملزوم ہے۔ خدا جانے ارباب اقتدار عدل کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں۔ انھیں کیا مجبوری ہے۔

آج ہمارے حکمراں عدل کو چھوڑ چکے ہیں انصاف سے منہ موڑ چکے ہیں عیش و عشرت سے رشتہ جوڑ چکے ہیں۔ جی ہاں! ہمارے حکمران جب کہیں باہر نکلتے ہیں تو مسلح نوجوانوں کا دستہ ہمراہ۔ اپنی سلطنت میں آزادانہ طور پر چل پھر نہیں سکتے کیوں کہ ان کے پاس عدل نہیں۔ ورنہ جو عدل و انصاف کا پیکر ہو وہ اپنے ہمراہ حفاظتی دستہ نہیں رکھتا۔ کسی سے خوفزدہ و ہراساں نہیں ہوتا۔ عدل و انصاف کے عظیم پیکر کو تو دیکھو۔ پوچھنے والے نے پوچھا اے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اپنے ساتھ حفاظتی دستہ کیوں نہیں رکھتے" فرمایا عوام کا کام میری حفاظت کرنا نہیں بلکہ میرا فرض ان کی حفاظت کرنا ہے۔"

آج کے حکمراں عیش و عشرت میں مبتلا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں نقوش عدل فاروقی پکار پکار کر کہہ رہا ہے "میں گندم کی روٹی اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے کہ مملکت میں ہر فرد کو گندم کی روٹی میسر آ رہی ہے ورنہ میں جو کی روٹی ہی کھاؤں گا۔"

افسوس صد افسوس کہ مسلمان حکمران نے عدل فاروقی کو بالکل نہیں اپنایا بلکہ اغیار استفادہ کرتے رہے ہیں۔ مہاتما گاندھی ہی کی زبانی سن لو۔

LET US TAKE THE EXAMPLE
OF UMAR
THOUGH HE WAS THE MONARCH
OF VAST, EMPIRE YET HE
LIVED THE LIFE OF A PAUPER

عدل و انصاف زندگی کی رعنائیوں اور دل آویزیوں کی جان ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختصر عرصہ میں یرموک، حلب، انطاکیہ، قادسیہ، ایران، شام، اردن، دمشق، قبرص، روم، مصر، الجزائر، قسطاط، نہاوند، آرمینیہ، رے، آذربائیجان، خراسان، سابور، اردشیر، اصطخر، اصفہان، بحرین، فارس، یمن، توس، کرمان، سیستان، مکران اور بہت سے علاقے فتح کر لیے تھے آج بھی اگر عدل فاروقی ہو تو مسلمان کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں مگر ـــ

کون سنتا ہے اکبر کی اس زمانے میں تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور حقوق میں کنگھی کے دندان کی طرح برابر ہیں۔ سب کو ایک نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ ظالموں کو پشت پناہی نہیں کرنی چاہیئے۔

بقیہ: میاں بیوی کے حقوق

تک کرنے کی اجازت ہے مگر سب کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرے، ہر ایک کو ایک ہی قسم کا کھانا دے ایک ہی طرح کے کپڑے بنوائے مکانات سب یکساں ہوں ان کے ساتھ رہنے میں باری مقرر کرنے سے علماء نے لکھا ہے کہ اگر ایک بیوی کے یہاں مغرب کے بعد ہی گیا اور دوسری بیوی کی باری میں بعد عشاء ہو گیا تو یہ عدل کے خلاف ہے گنہگار ہو گا۔ سفر میں جاتے وقت قرعہ ڈال لے جس کے نام قرعہ نکلے اس کو سفر میں لے جائے ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن دو شخص کا میں کفیل ہوں گا ایک وہ غیر مسلم جس پر کسی مسلمان نے ظلم کیا ہے اور ایک وہ عورت جس پر اس کے شوہر نے ظلم کیا ہے۔

معاشی پس ماندگی کا حل
بینک کاری یا نظام اسلامی

مولانا عبد الحق
ناظم تعلیمات
مدرسہ بحرانتیہ
دار الفیض،
جلالپور

اسلام ایک مکمل دستورِ حیات ہے اس کا موضوع صرف عبادت ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔

یہ کہنا کہ پسماندہ طبقہ کی معاشی ترقی کا اسلام میں کوئی حل نہیں ہے یا تو اسلامیات سے مکمل نادانی ہے یا حقیقت کو محض اس لیے نظر انداز کرنا ہے کہ فساد معاشرہ کی وجہ سے باطل نظام سے جہاد کرنے کی جرأت اور ہمت ہی باقی نہیں رہ گئی ہے رفتہ رفتہ حالت یہ ہو گئی ہے کہ پس ماندہ طبقہ کی معاشی ترقی کا اسلامی نظام پیش کرنے کے بجائے بینک کاری جیسے اس باطل نظام کی حوصلہ افزائی کی جانے لگی ہے جس میں سود و بیاج جیسے منحوس گناہ میں کسی نہ کسی طرح مبتلا ہو کر خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی ناراضی کے علاوہ دنیا میں ان باطل تنظیموں کے استحصال کا شکار یا گھر بار قرق ہونے کی صورت میں حکومت وقت کے عتاب کا شکار ہونا تقریباً یقینی ہے کیونکہ بینک کاری نظام کی دو صورتیں بالکل واضح ہیں۔

اول یہ کہ اپنا روپیہ بینک میں جمع کیا جائے اور کچھ فی صد کی شرح سے سود لیا جائے اس طرح سے کچھ سالوں میں اپنا اصل سرمایہ دگنا تگنا ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ بینک سے سودی قرض لے کر اپنی تجارت کو فروغ دے کر معاشی ترقی حاصل کی جائے۔ پہلی صورت کے بارے میں عرض یہ ہے کہ اس طرح کے کاروبار کو شریعت مطہرہ نے بالکل حرام قرار دیا ہے قرآن وحدیث میں اس کی حرمت اتنی صراحت سے ثابت ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اس کی برائی اور قباحت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے بیان کی ہے کہ اس کو سن کر صرف مومن ہی نہیں بلکہ ہر انسان اس بدترین عمل سے گھن کرنے لگے۔ مثلاً یہ کہ چار آنہ کے بقدر سود برائی میں اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔

شریعت اسلامیہ کے علاوہ دیگر مذاہب مذہب یہودیت اور نصرانیت کے مطالعہ سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مذہب یہودیت اور نصرانیت میں بھی سود اور سودی کاروبار ایک گھناونا اور ظالمانہ جرم ہے۔ اس کے علی الرغم مذہب سے لاپروائی اور لاتعلقی کی بنا پر مغربی اقوام نے اپنا سارا اقتصادی نظام سود سے جوڑ دیا۔ اب اگر کوئی شخص اس خبیث عمل میں مبتلا ہوتا ہے تو خداوند قدوس کی ناراضی تو یقینی ہے۔ اسی کے ساتھ جس نے یہ عمل کیا اس کا استحصال اس طرح ہوا کہ مثلاً وہ ایک لاکھ روپیہ بینک میں جمع کیا چار پانچ سال کے بعد جمع کرنے والے کا یہ روپیہ سود ملا کر بہت ہوا تو صرف دوگنا ہوا لیکن باطل تنظیموں کے ذمہ داروں نے اس ایک لاکھ روپیہ کو تجارت میں لگا کر دس گنا بنا لیا جبکہ خدائے رحیم وکریم کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ایک لاکھ روپیہ کا مالک خود تجارت کرتا تو بہت ممکن تھا کہ یہ خود دس لاکھ روپیہ کما لیتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بینک کاری کی غرض امداد باہمی اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی نہیں بلکہ دوسروں کا استحصال کرکے خود معاشی مضبوطی حاصل کرنا ہے۔ پھر اس نظام میں پسماندہ طبقہ کی پسماندگی کا حل کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ بینک میں روپیہ وہی جمع کر سکتا ہے جس کے پاس اپنی خانگی اور تجارتی ضروریات سے فاضل روپیہ ہو۔ پسماندہ طبقہ والوں کے پاس کہاں اتنا روپیہ کہ بینک میں جمع کرکے ایک کا دو حاصل کریں۔

یہ معروضات تو اس صورت میں ہیں کہ کچھ شرح فی صد سود حاصل کرنے کی غرض سے روپیہ جمع کرنا ہو لیکن اگر بغرض حفاظت مال جمع کرنا ہو تو اس کی شرعاً گنجائش تو ہے مگر اس کا سود جو بینک کاری ضابطہ کے مطابق ضرور آپ کے نام سال بہ سال بڑھتا جائے گا اگر آپ حرام سمجھ کر اس کے منحوس اثرات سے بچنے کے لیے نہیں لیتے ہیں تو بینکاری کی باطل تنظیمیں آپ کے اصل سرمایہ سے معاشی استحکام اور آپ کے سود سے مذہبی مضبوطی حاصل کرتے ہیں اور اگر یہ سود جو آپ کے حق میں سود کے برابر ہے لے کر بلا نیت ثواب کسی بہت ہی لاچار اور مجبور شخص کو دے دیتے ہیں تاکہ غیر قوموں کے لیے ہمارا یہ روپیہ مذہبی استحکام کا ذریعہ نہ بنے تو اس کی شرعاً گنجائش تو ہے لیکن پھر بھی آپ کا اصل سرمایہ غیر کی تجارت اور ان کی معاشی ترقی کا ذریعہ بنا رہے گا۔ اس طرح بینکاری نظام اور سود وجوا پر مشتمل دوسری تنظیمیں باطل پرستوں کا ایسا خوشنما دام فریب ہے جس میں بھولے بھالے انسانوں کا شکار کرنا ان کے لیے بہت آسان ہو گیا ہے۔

دوسری صورت کے بارے میں عرض یہ ہے کہ تجارت کو فروغ دے کر معاشی ترقی حاصل کرنے کے لیے جتنے بھاری قرض کی ضرورت ہے غالباً وہ بغیر ضمانت کے نہیں لیا جا سکتا ہے پس اس میں بھی پچھڑے طبقہ کی پس ماندگی کا کوئی حل نہیں ہے کیونکہ نہ ان کے پاس اتنی بڑی ضمانت ہوگی نہ وہ اتنا بھاری قرض لے کر معاشی ترقی حاصل کر سکیں گے۔ بالفرض اگر کوئی جائداد ضمانت میں پیش کرکے یا کسی بے ضمانتی اسکیم سے سودی قرض لے کر کوئی غریب تجارت کے میدان میں سرگرم عمل ہو کر معاشی ترقی حاصل کرنا چاہیے۔ تو یہ عرض کرنا غلط نہ ہوگا کہ سودی قرض کے منحوس اثر کی وجہ سے معاشی ترقی کی مثال یا تو ہے ہی نہیں یا صرف غریب نفس کی حد تک ہے انجام دنیا ہی میں بربادی اور ناکامی کی صورت میں ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ اس کے مقابل میں سینکڑوں ہزاروں مثالیں ایسے لوگوں کی ہیں جو بینک سے لون لے کر معاشی ترقی کے میدان میں سرگرم عمل ہوئے۔ چونکہ اس عمل میں حکم خداوندی سے انحراف کی بنا پر خدا کی ناراضی شامل تھی اس لیے زیادہ دن گزرنے نہ پایا کہ کنگال ہو گئے اور انہیں گھر بار قرق ہو جانے کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خلاق دو عالم اور ہر چیز میں کامیابی اور ناکامی کا اثر ڈالنے والا خود نہایت واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

یمحق اللّٰہ الربوا ویربی الصدقات اللہ تبارک وتعالیٰ سود کو مٹاتا اور گھٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اس ارشاد خداوندی سے جہاں یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سود اور سودی نظام کے کاروبار کو انجام کار کے اعتبار سے گھٹاتا اور مٹاتا ہے وہیں یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ صدقات اور امداد باہمی نظام کے کاروبار کو خداوند تعالیٰ بڑھاتا اور پروان چڑھاتا ہے۔

بینکاری دراصل کمزور ملک اور قوم کو بہت پیچھے ڈھکیل دینے اور کمزور تر کر دینے کے لیے باطل پرستوں اور مغربی طاقتوں کی ایک منظم سازش ہے۔ اس کے ذریعہ سے یہ لوگ مغلوب لوگوں اور ملکوں کے سرمایہ اور ذرائع دولت کا خوب استحصال کرتے ہیں۔ پھر اپنی صنعتوں اور تجارتوں کو فروغ دے کر اپنا مال انہیں مغلوب ملکوں اور قوموں کے بازاروں میں کھپا کر ایسی معاشی برتری حاصل کرتے ہیں کہ اپنے علاوہ دوسری قوموں اور دوسرے

ملکوں کو اپنا صید بے دام بنائے رکھتے ہیں مگر کوئی فرد ہو یا کوئی قوم ہو یا کوئی ملک جب اس پر ترقی کا بھوت سوار ہوتا ہے اور معاشرہ کے اسلامی نہ ہونے کی وجہ سے امداد باہمی مضاربت اور شرکت اور قرض حسنہ جیسے اسلامی نظام کو بروئے کار لا کر یا بے سودی قرض کی اسکیم بنا کر ترقی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو ترقی کی اہمیت سے مغلوب ہو کر سودی قرض لینے پر آمادہ ہو جاتی ہے اور یہ بات وقتی اور عارضی طور پر بہت اچھی لگتی ہے کہ ہماری ترقی کی راہیں کھل گئی ہیں لیکن بتدریج یمحق اللہ الربوا اور فلا یربوا عند اللہ کی تاثیر رنگ لاتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ اقتصادی تباہی اور معاشی بدحالی تک پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے۔

مثلاً ہندوستان جیسے زرخیز اور پیداواری ملک میں آمدنی کا ستائیس فی صد حصہ صرف سود کی نظر ہو رہا ہے اور قرض اتنا ہو چکا ہے کہ اس کی ادائیگی کا عرصہ تک کوئی امکان ہی نہیں۔ صرف سود کی ادائیگی بھی مسئلہ بنتی جا رہی ہے اور یہ سود کی شرح سال بہ سال بڑھ رہی ہے۔ حتیٰ کہ سود کی ادائیگی کے لیے سودی قرض لینے کی ضرورت پڑنے لگی ہے ہندوستان کے علاوہ دنیا کے کئی مسلمان ملک بھی اس طرح کے قرضوں میں تباہ ہوئے ہیں۔ ترکی کی خلافت عثمانی کا خاتمہ بھی اسی طرح کے قرضوں کے بوجھ سے نہ نکل سکنے کے سبب ہوا اور کئی ملکوں کو دوسرے ملکوں کا غلام بھی اسی طرح کے قرضوں اور سود کے بڑھ جانے کی وجہ سے بننا پڑا۔ ان ساری گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ شیطان فطرت باطل پرستوں کی ساری اسکیمیں خواہ بینکاری ہو یا احکام خداوندی سے انحراف کی کوئی دوسری اسکیم سب کی سب بنی نوع آدم کے لیے ایسی ہیں جیسے جنت میں آدم علیہ السلام کے حق میں شجرۂ ممنوعہ کہ نہ کھائیں تو تلبیس ابلیس کی وجہ سے بظاہر ناکامی کا خوف اور گو کہ اجتہادی غلطی سے کھا لیا تو اس کا لازمی منحوس اثر فیض خداوندی سے وقتی محرومی اور نتیجہ میں بدن کی عریانی اور حاصل شدہ جنت النعیم سے مہجوری کی شکل میں ظاہر ہو کر رہا جیسے سنکھیا اگرچہ غلطی سے کھالی جائے تب بھی اس کے اثر سے ہلاکت یا ہلاکت آفریں اثر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

درحقیقت وہ تمام امور جن کی حرمت خداوند کریم کی طرف سے بتائی گئی ہے وہ بلاشبہ اپنے اندر بنی نوع آدم کے لیے انفرادی و اجتماعی مضرتیں بھی رکھتے ہیں اس قانون کے ثبوت میں قرآن و حدیث میں جگہ جگہ اشارے بھی پائے جاتے ہیں اور اب آہستہ آہستہ سائنسی اور طبی تجربات بھی اس کے ثبوت بہم پہنچانے لگے ہیں۔

گزشتہ معروضات کے نتیجہ میں جب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ بینکاری اور دوسری سودی تنظیمیں معاشی پسماندگی کا حل نہیں ہیں بلکہ کمزور طبقے کے افراد و قوم اور ملک کے استحصال اور ان کو کمزور تر کر دینے کا ذریعہ ہے۔ تو اب یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام میں وہ کون سا نظام ہے جو ایسے کمزور افراد اور طبقے کے لیے معاشی پس ماندگی کا حل بن سکتا ہے جو سرمایہ نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے صنعت کاری اور تجارت کرنے سے عاجز و قاصر ہوں، تو اسلام نے اس کے علاج کے لیے جہاں خود غرضی اور استحصال سے پاکیزہ نہایت کامیاب نسخہ دنیا کو پیش کیا ہے وہیں ایسی باتوں سے پرہیز بھی ضروری قرار دیا ہے، جو باتیں نسخہ کو بے اثر یا ناقابل عمل بنا کر طبیب حاذق سے متنفر کر دیتی ہیں اور در در کی ٹھوکر کھانے پر مجبور کر دیتی ہیں جن باتوں سے پرہیز ضروری قرار دیا گیا ہے ان میں اولین ترجیحی بات تبذیر بلکہ اسراف کی حد تک کے وہ تمام تفریحی و آشائشی مصارف ہیں جن کو انسانی برادری کبھی محض حظ نفس کے لیے اور کبھی ادب و دین کا نام لے کر

اور کبھی رسم و رواج کی مجبوری کو بنیاد بنا کر نقط نمائش کے لیے عمل میں لایا کرتی رہتی ہے جس میں اربوں کھربوں روپے سالانہ بے وجہ بغیر کسی مقصد کے ضائع اور برباد ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثالیں بالترتیب ٹی۔ وی/سینما بینی، ناچ گانے کی محفلیں، مروجہ ادبی مشاعرے، دین کے نام پر غیر شرعی جلوس، آرائش و سجاوٹ، جہیز میں سامانوں کی طول طویل فہرست، لمبی چوڑی بارات منگنی اور ولیمہ میں زر کثیر کے نمائشی مصارف علاوہ ازیں غمی اور خوشی کی بیہودہ رسومات کے دیگر مصارف ہیں۔

دوسری چیز جس سے پرہیز لازمی ہے خورد و نوش، لباس و پوشاک اور رہائشی مکانات میں کسی حد پر قناعت نہ کرنے والا وہ جذبہ اور تعیشانہ انداز ہے جو آسمانی مذاہب کے مزاج کے یکسر خلاف ہے اور جس کی تکمیل کے لیے خود غرضی بے رحمی مجبوروں کا استحصال اور اپنے پرائے سب سے نظریں پھیر لینا لازمی اور ضروری ہو جاتا ہے۔

تیسرے کبر و ریا حسد و کینہ، بدظنی بداعتمادی خیانت اور بددیانتی، جھوٹ اور کذب بیانی نفاق اور بے وفائی، فریب اور دھوکہ دہی جیسی باطنی بداخلاقیوں سے اجتناب اور پرہیز لازمی ہے، کیونکہ یہ تمام مذکورہ چیزیں جن سے پرہیز ضروری بتایا گیا ہے معاشی ترقی کے اسلامی نسخہ کیمیا کی تاثیر میں یا نسخہ کے استعمال کرنے میں ایسی ہی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں جیسے گاڑی کے آگے کاٹھ۔ لیکن جب کسی قوم یا برادری کا دستور زندگی مذکورہ بالا چیزوں سے لازمی طور پر اجتناب اور پرہیز بن جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک اسلامی صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اور اس معاشرے کے جسم میں یہ قابلیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے لیے معاشی ترقی کا اسلامی نسخہ کیمیا ثابت ہو۔ اس نسخہ کیمیا میں جس کو معاشی پس ماندگی کا علاج کہئے یا اقتصادی ترقی کا اسلامی نظام۔

(۱) بیت المال کا قیام (۲) عقد مضاربت (۳) عقد شرکت (۴) قرض حسنہ اصل اصول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ باقی دوسری ایسی اسکیمیں جو سود جوا اور دیگر محرمات شرعیہ سے پاک ہوں مثلاً امداد باہمی کمیٹیاں رفاہی سوسائٹیاں، مسلم فنڈ لمیٹڈ کمپنیاں وغیرہ انھیں سے متفرع ہیں اور یہی ان سب کا منشا اور ماخذ ہے۔

بیت المال

جس میں زکوٰۃ کے علاوہ اموال غنیمت صدقات نافلہ اور دیگر امدادی رقوم جمع رہتی تھیں اسی سے غربا و مساکین۔ یتامیٰ اور بیوگان کی معیشت اور کمزوروں کی معاشی پس ماندگی کا مسئلہ مربوط تھا جو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام پاتا تھا اور یہ بیت المال نظام دور صحابہؓ بلکہ بعد کے ملوکی دور میں بھی تمام اسلامی ملکوں میں جاری و ساری رہا۔ ضرورت ہے کہ آج بھی جہاں مسلم حکومتیں ہیں وہاں حکومت کے زیر انتظام اور جہاں حکومت کے زیر انتظام یہ نظام ممکن نہ ہو وہاں قوم کے سنجیدہ امانت دار اور امداد باہمی کا جذبہ رکھنے والے افراد پر مشتمل کمیٹیوں کے زیر انتظام اس کا میاب لائحہ عمل کو بروئے کار لا کر کمزوروں کے معاشی اور معاشی استحکام کی صورتیں بہم پہنچائی جائیں۔

عقد مضاربت

اس کے ثبوت میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث کافی و شافی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثلث فیھن البرکۃ البیع الی اجل والمقارضۃ واخلاط البر بالشعیر للبیت لا للبیع

(رواہ ابن ماجہ)

یعنی تین چیزوں میں برکت ہے (۱) اس بیع میں جس کے اندر قیمت کی ادائیگی میں مدت مقرر کر کے مہلت دی گئی ہو دوسرے مقارضہ جس کی تشریح محدثین کرام نے عقد مضاربہ سے کی ہے تیسرے گیہوں کو جو میں مخلوط کر دینا گھر کے لیے نہ کہ بیع

کے لیے اسی کے ساتھ حضرات صحابہؓ کے مابین اس کا تعامل بھی پایا جاتا ہے۔ عقد مضاربہ یہ ہے کہ مثلاً ایک سرمایہ دار جو نہ تجارت میں چست و چالاک ہے اور نہ تجارتی نشیب و فراز سے واقف ہے یا تجارتی مہارت کے باوجود دینی مشاغل کی وجہ سے تجارتی مشغلہ اختیار کرنے کی اسے فرصت نہیں ہے تو وہ کسی ایسے امانتدار شخص کے لیے سرمایہ کا انتظام کر دے جو تجارت یا صنعت میں مہارت کے باوجود سرمایہ نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے تجارت کرنے سے قاصر و عاجز ہو وہ تجارت کرے اس طرح سے کہ سرمایہ ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی۔ پھر نفع ربُّ المال اور مضارب کے مابین طے شدہ معاہدہ کے مطابق تقسیم ہو جائے اس طرح کمزوروں کو معاشی استحکام حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائے گا جب کہ اس طرح کے عقد میں برکت کی خبر اس رسول صادق و مصدوق نے دی ہے جس کے بارے میں اہل ایمان کے علاوہ غیر مسلموں کا یقین بھی یہی ہے کہ ان کی دی ہوئی خبر [illegible] آسکتا ہے۔

عقد شرکت: اسلام کا ایک اقتصادی نظام ہے جس کا مطلب دو یا دو سے زیادہ افراد کا جو سب کے سب قلت سرمایہ کی وجہ سے نفع بخش تجارت کرنے سے معزول ہوں اس بات پر معاہدہ کرنا ہے کہ سب کے سب سرمایہ اور محنت میں برابر کے شریک ہو کر کوئی تجارت کریں پھر نفع میں برابر کے شریک رہیں یا حسب حیثیت کم و بیش سرمایہ پیش کر کے ایک خطیر رقم اکٹھا کی جائے اور کسی بڑے پروجیکٹ میں لگا دی جائے جہاں سب کارندے باتنخواہ ہوں۔ سال دو سال کے بعد حساب کر کے نفع کو تمام شرکاء پر حسب حصص سرمایہ تقسیم کر دیا جائے یہ نظام بھی پسماندہ طبقہ کے معاشی استحکام کا ایک نہایت کامیاب ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ارشادات نبوی

★ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں کسی کو سجدہ کرنا روا رکھتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے (ترمذی)

★ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت مرے اور اس کا خاوند اس پر راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام! ...... رسالہ "رضوان" آپ کو برابر موصول ہو رہا ہوگا۔ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ رسالہ کو زیادہ سے زیادہ دیدہ زیب خوشنما اور بہتر سے بہتر مضامین سے مزین کر کے آپ تک پہنچائیں اس کوشش میں ہم کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ تو آپ کریں گے۔

ادھر دو سال سے "رضوان" کے زر تعاون میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا لیکن ادھر کاغذ و طباعت کی بے تحاشہ گرانی کی وجہ سے جنوری ۱۹۹۵ء سے رسالہ کے سالانہ زر تعاون میں صرف دس روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین اس کو بخوشی برداشت کریں گے۔

سالانہ زر تعاون برائے ہندوستان	ستر روپے
غیر ممالک برائے ہوائی ڈاک	۲۵ امریکی ڈالر
بحری ڈاک سے	۱۵ " "

([illegible])

چراغ آخر شب

جناب یونس جاوید اردو افسانے اور ڈرامے میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں۔ اپنی والدہ ماجدہ پر ان کے اس مضمون نے اس مقام کو مزید رفعت عطا کی ہے۔ انھیں تسلیم ہے کہ ماں کا دیا حوصلہ نہ ہوتا تو وہ کسی بند گلی میں منجمد ہوتے

انھوں نے من بھر کا گٹھر میرے سامنے لڑھکایا اور تیزی سے بولیں: "اٹھاؤ، پہنچاؤ۔"

"میں...... اکیلا؟" رک کر میں نے کہا: "اٹھا لوں گا میں؟"

"ایسے وقت میں آدمی پہاڑ اٹھا لیتا ہے، تجھے احساس ہی نہیں اس وقت کا، اٹھا!"

"اماں......!" میں منمنایا

"خبردار جو ایک لفظ بھی کہا! آگے بڑھو" مجھے گھورتے ہوئے بولیں: "گھر میں آگ لگی ہو تو کمسن جوان اور جوان نوجوان ہو جاتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ تم کس مٹی کے بنے ہو کہ جہاد نے تمھارے اندر جھرجھری تک پیدا نہیں کی؟ بائیسویں میں جا رہے ہو تمھیں تو......"

میں نے پورا زور لگا کر گٹھر اٹھایا تو اماں رک گئیں، مگر جب گٹھر کندھوں تک پہنچایا تو وہ گر پڑا۔ تب انھوں نے بات بدل دی "اچھا...... یوں کرتے ہیں ایک کے دو بنا لیتے ہیں......" وہ جلدی جلدی پرانے کپڑوں اور کچھ نئی چیزوں کے پیکٹوں کو آدھا آدھا کر کے دو گٹھریوں میں باندھنے لگیں، مگر ان کی زبان رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

بولیں: "تمھارے دادا انچاس برس کے تھے کہ دنیا چھوڑ گئے، ریلوے کے بڑے افسر، ساتھ زمینداری بھی تھی۔ اسی لیے حلال کھا کر جائداد بنائی، عزت کمائی مگر خدمت کو عظمت سمجھا۔ مسجد مبارک میں جمعہ کا خطبہ بھی دیتے تھے، افسری بھی کرتے تھے اور لوگوں کے لیے ان کے پاس سبھی کچھ تھا، وقت بھی، پیسہ بھی۔"

"اماں! وہ خطبہ مسجد میں دیتے تھے اور افسر بھی تھے؟" مجھے حیرت ہو رہی تھی۔

"ان دنوں یہی رواج تھا۔ شرفا فخر سے اپنے محلے کی مسجد میں امامت کرتے تھے، ہمارا گھر بھی تو مسجد مبارک کے پاس تھا نا......؟" وہ کچھ سوچ کر بولیں...... "جیسے غلام رسول میر ہمارے محلے کی مسجد احمد علی میں امامت کراتے تھے۔ اے جی آفس کے سب سے بڑے افسر تھے مگر روزانہ منبر پر ضرور آتے تھے یا پھر......" انھوں نے کئی شرفا کے نام گنوا دیے۔

"پتہ نہیں...... میں تو نانا کو جانتا ہوں جو یہ سب کرتے رہے ہیں" میں نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں کہا۔

جلدی جلدی انھوں نے دو گٹھر بنا لیے، تب سائرن ہو گیا اور مجھے کھینچ کر جو کھٹ کے بالکل نیچے لے گئیں۔ یہ ستمبر ۱۹۶۵ء تھا۔ سائرن کلیئر ہوا تو دوبارہ کھینچ کر باہر لے آئیں اور بولیں: "ہندو سے پالا پڑا ہے بچے اور اسی سے الٹ پلٹ کر سکتی ہے۔ پتہ ہے تمھارے نانا نے تحصیل داری چھوڑ دی تھی، شملے میں تھے، ہندو افسر سے لڑ پڑے کہ اس نے مسلمانوں کے نام پر پھبتی کس دی تھی

بس عمر بھر کے لیے لوٹ گئے۔ مفت بچے پڑھائے مگر نوکری کو غلامی سمجھا کہ ہندو تھا یا انگریز۔ جلو فی الحال تم یہ گھڑیاں پہنچاؤ، میرے پاس وقت کم ہے۔

یہ کپڑے پرانے تھے جو سرحدی دیہات سے آئے ہوئے لوگوں کے لیے تھے اور نئی اشیاء کے پیکٹ محاذ پر لڑنے والے مجاہد نوجیوں کے لیے۔ آج ۹ ستمبر تھا ان کے لیے عید کی سی گہما گہمی تھی سائرن ہوتا تو مجھے اور بہن کو کھینچ کر کسی نہ کسی دروازے کے عین نیچے کھڑا ہونے کی ہدایت کرتیں اور کہتیں "جان بچانا جہاد ہی کا حصہ ہے۔ خبریں سنتیں، ترانے پر سر دھنتیں، مجاہدوں اور فتح کے لیے دعائیں مانگتیں اور آسمان پر ہوائی جہازوں میں (ایک مرتبہ) ہوتی ہوئی جنگ کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ حکم دیا کہ آئندہ تم باہر نہ نکلنا مگر خود دیکھنے کے لیے چھت پر جا پہنچیں ان کے لیے یہ معمولی تھا بقول ان کے انھوں نے انگریزوں اور جرمنوں کی جنگ دیکھی سنی تھی، کہنے لگیں، "میں تو یہ دیکھتی ہوں کیا سچ مچ ہندو لڑنے آجاتا ہے ضرور ان میں سکھ اور ڈوگرے زیادہ ہوں گے۔" پھر کسی نے انھیں ۱۹۴۷ء کا ذکر کرکے یہ باور کرا دیا کہ اگر خدانخواستہ یہ حملہ آور شہر میں داخل ہوگئے تو بالکل، ۴۷ء کی طرح جوان لڑکیوں کی خیر نہیں۔ اس بات سے فکرمند ہوگئیں۔ ۱۰ ستمبر کو مجھے اور والد صاحب کو چھوڑا رخت سفر باندھا اور جن جن گھروں میں کوئی لڑکی جوان تھی اس کی ماں سمیت سب کو تیار کیا اور اپنی بیٹی سمیت ملتان چلی گئیں مگر پھر خود بیٹی کے ساتھ تیسرے چوتھے دن لوٹ آئیں۔ بولیں: "مجھے یقین ہے وہ شہر میں داخل نہیں ہو سکتے اور پھر ملتان اور لاہور بلکہ دنیا اور کائنات کا خدا ایک ہے تو پھر ڈریں کیوں؟ بفرض محال اگر قبضہ ہونا ہی ہے تو میں اپنی جان کا اچار ڈالوں گی؟ سب اکٹھے قربان کیوں نہ ہوں، کیا خبر شہادت کا درجہ مل جائے اس قربانی کو؟"

جنگ زوروں پر تھی سارے محلے کے بچے بوڑھے جوان ایک مخصوص بیٹھک میں سرِشام جمع ہو جاتے۔ پھر کرنیوا اور بلیک آؤٹ میں لہو گرمانے والے قصے دہراتے، باتیں ہوتیں، بیچ میں ریڈیو جس پر گہرا سبز کپڑا اڑا لا ہوتا۔ تاکہ روشنی کی کوئی کرن باہر نہ نکل سکے اماں بار بار چائے کے پتیلے بھواتیں ساتھ میں کچھ نمکین یا میٹھا۔ گرما گرم چائے سے اس مورچے کو زندہ کر دیتیں۔ یوں لگتا ہم محاذ پر ہیں اور وہ ہماری معاونت کر رہی ہیں۔ اونچ نیچ ختم ہو چکی تھی۔ نورانی سٹریٹ کے چوکیدار سے اعلیٰ ترین آفیسر تک سب یہاں جمع تھے میں نے یہ منظر زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور شاید آخری مرتبہ بھی اتنا اتفاق، اتنی یگانگت، اتنا اتحاد، اس قدر مروت اور پھر جوش جہاد، جذبہ عشق بلاخیز کا قافلہ سخت جاں۔ ایک یہاں دوسرا وہاں... محاذ پر... اسی محاذ کے قصے واقعات، خبریں، ترانے، تبصرے دل کی رگ رگ میں سا کر جان ہو ہو جاتے تھے۔ بارہ ایک بجے کے بعد سب گھروں کو لوٹتے، اکثر اماں جا نماز پر دعا مانگ رہی ہوتیں۔ کہنا یہ تھا کہ جہاد میں جو کر سکتی ہوں وہ تو کرنا چاہیے نا!

میری ماں جی ان پڑھ ہیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جس قدر مقولے میں نے ان سے سنے ہیں شاید ہی کسی سے سنے ہوں، فارسی، پنجابی، اردو... ہر طرح کا مقولہ... جو میرے بہت کام آئے اب تک آرہے ہیں یہاں یاد آیا وہ "صرفہ" بہ معنی "بچت" اکثر پنجابی میں استعمال کرتی تھیں ایک روز غالب کے ہاں صرفہ بہ معنی بچت اور وہ بھی شعر میں ملا تو مجھے بڑا مزہ آیا۔

اس سے بہت پہلے اصل مزہ تو اسی دن آیا جب مجھے سینٹ فرانسس اسکول سے دوسری جماعت سے اٹھا لیا گیا۔ ماں سمجھی کہ اب میں اچھے کسی اسکول میں پڑھوں گا اور زیادہ وقت ان ہی کے پاس رہوں گا۔ سینٹ فرانسس میں پڑھنے کی وجہ سے میں چھٹی کے بعد تمام دن ابا کے ساتھ دکان پر رہتا جو انارکلی ہی میں تھی اور اسکول سے بے حد قریب بھی، وہ اس بات پر خوش تھیں مگر جب مجھے قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے چینیاں والی مسجد (اندرون شہر) میں ڈال دیا گیا تو ماں نے سخت احتجاج کیا ابا بہت سخت تھے، مگر اس دن وہ بول پڑیں، کہنے لگیں، "دنیا اور دین دونوں کا علم ساتھ ساتھ ہونا چاہیے کہ آدمی کاروبار حیات کو چلا سکے، پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔"

"بس" ابا نے بات روک دی..... "یہ عاقبت کا مسئلہ ہے اس میں مت بول.."

"سچ کہنا بھی تو فرض ہے" وہ بولیں۔

ابا نے جنت میں درجات بتلائے، حافظ قرآن اور اس کے والدین کے لیے سونے کے تاجوں کا ذکر کیا جن میں لگے ہیروں کی چمک کوسوں دور جائے گی، اپنا شجرہ نسب بتایا جس کی لڑی میں ایک نہ ایک حافظ چلا آتا تھا، مگر وہ ذرا بھی نہ جھکیں۔ بولیں.. "موذن یا زیادہ سے زیادہ محلے کی مسجد کا امام بنا دینا زیادتی ہے۔"

ابا کا شوق جنون کی حد پھلانگ چکا تھا انھوں نے پھر دلیل دی کہ میرے (ان کے) پڑدادا حافظ، دادا حافظ، والد حافظ، بھائی حافظ... تمام پیڑھی میں تسلسل کے ساتھ حافظ چلے آرہے ہیں۔ حافظ عبدالغنی (تایا) نے دروازہ بند کر دیا ہے کہ اپنی اولاد میں سے کسی کو ادھر نہیں بھجوایا.... اگر میں نے بھی یہ نہ کیا تو تسلسل ٹوٹ جائے گا۔" سلسلے کو جاری و ساری رکھنے کا جنون ہی دلیل تھا مگر ماں ہار ماننے کو تیار نہ تھی۔ "محض رٹوا دینے سے کیا ہوگا جب بامعنی با ترجمہ نہ پڑھا تو...؟"

ابا زیر ہوتے ہوتے بچے۔ فوراً کہا "پھر اسے جامعہ الازہر (مصر) بھجوا دیتے ہیں تاکہ عالم دین بن کر آئے، اور...."

"نہیں نہیں... مسجد چینیاں والی ہی ٹھیک ہے۔" اماں نے فوراً ہار مان لی۔ دور دراز جا کر بچھڑ جانے کے خوف سے۔ ان کے پاس میری کمزور صحت، اکلوتا بیٹا، آنے جانے کے مسائل، سو دلائل تھے مگر مصر بھجوانے کے خوف نے سب چاٹ لیے۔ انھوں نے بات بڑھائی لاہور بہتر ہے آپ کے سامنے رہے گا، مجھ سے بھی روز ملے گا۔"

(یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب والد صاحب نے ڈرانے کی خاطر کیا تھا ورنہ جامعہ الازہر مجھے اس عمر میں کیسے بھجوایا جا سکتا تھا؟)

پھر جب میں حافظ ہو گیا تو والد نے پہلے رمضان کے لیے مسجد مبارک کا انتخاب کیا کہ میرے دادا جی نے وہاں رمضان میں تراویح پڑھائی تھیں ہمیشہ۔ (مسجد مبارک کے حوالے سے بہت سی باتیں مجھے مولانا حنیف ندوی صاحب مرحوم نے بتائیں جو میری "مسجد عزت" محض اس لیے کرتے تھے کہ میں حافظ محمد حسن کا پوتا ہوں۔ وہ خود کو محمد حسن صاحب کا جونیئر کہتے تھے اور ان سے سیکھنے سمجھنے کی باتیں بھی کرتے تھے جو طوالت کے باعث چھوڑتا ہوں اللہ تعالیٰ ندوی صاحب کی مغفرت کرے) سو ایسا ہی ہوا۔ پھر نیلا گنبد مسجد سنہری مسجد کے "شنے"، چینیاں والی مسجد کے "شنے"، مسجد احمد علی کی تراویح (یہ سلسلہ بہت طویل ہے)

اس دوران میں اسکول کی پڑھائی گھر ہی پر ہوتی رہی۔ ایک دن معلوم ہوا کہ ماں جی نے جوڑ جوڑ کر ایک تھیلی بنائی ہے جو سیکر لیے ہے اس میں آٹھ سو روپے نکلے تھے، انھوں نے اس زمانے میں آٹھ سو جمع کر لیے جب اتنے روپوں میں ایک اچھا خاصا کرہ بن سکتا تھا۔ مجھ سے کہا "ابا کے پاس رکھوا دو یا میرے پاس۔ یہ سارا روپیہ دنیا کی تعلیم کے لیے ہے کسی اسکول میں داخلہ لے کر پڑھو باقاعدگی سے۔" یہ بھی کہا "وقت ایسا دریا ہے جو کبھی الٹا نہیں بہہ سکتا۔ جو سانس گیا سو گیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے آدمی منجمد ہو جاتا ہے کہ اتنا وقت اتنا سونا ضائع ہو گیا۔ لہٰذا تیز چلو" لہٰذا میں نے تیز چلنے کی کوشش کی ہمیشہ۔

حفظ کرنے سے ایک فائدہ مجھے یہ بھی ہوا کہ جو چاہتا منٹوں میں یاد ہو جاتا۔ لہٰذا برسوں کا کام چند مہینوں میں نمٹ گیا اور میں باقاعدگی سے میٹرک کا نصاب پڑھنے لگا۔ اور کچھ زیادہ ہی شوق سے، یہ میری ماں کی محبت، نگرانی، شدید خواہش کا اثر تھا۔ اور ان کی طرف سے مجھ پر ایسا بے جبر اصرار تھا جس کے سامنے سب شوق کو سوا تو ہونا ہی تھا کہ یہ بے جبر اصرار، جو صرف علم کے حصول کے لیے تھا، دل میں کھب کر مجھے ضمیر کے سامنے لا کھڑا کرتا تھا کہ بچوں کی طرح کھیل کود بھاگ دوڑ اور دھندشند چھوڑ۔ میرا خود خود پڑھنے اور محنت کرنے کو جی چاہتا تھا اور میں نے یہ سب کیا کہ وہ خود بھی محنت اور صبر کی مثال تھیں۔ اسی لیے جب میں نے اپنی ایک کتاب ان کے نام معنون کی تو اس کے انتساب میں

تھی" محنت اور صبر کی ایک مثال — اپنی ماں کے نام"۔

وہ عورت جس کے شوہر نے لاکھوں کمائے ہوں اور لوگوں کے اچھے کاموں میں لگائے ہوں، اپنے بیٹے کے لیے جوڑ جوڑ کر جمع کرے اور اسے پڑھنے پر اکسائے، عجیب ہی تو ہے۔ دونوں میں اکثر بحث ہو جاتی۔ ابا جی کا کہنا تھا "انار کلی میں کاروبار ہے اور ہے بھی اسٹیشنری کا۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ پڑھے لکھوں اور عالموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ الو تا بیٹا ہے، کیا ضرورت ہے پڑھنے اور پھر ملازمت کرنے کی؟"

ماں جی کا کہنا تھا "علم ضروری ہے، اللہ کا حکم ہے، رسولؐ کا فرمان ہے۔ دنیا کے بغیر دین نامکمل ہے اور دین کے بغیر دنیا۔"

دینی معاملات میں ابا نے لاجواب ہونا سیکھا ہی نہ تھا خواہ اس کے لیے انھیں زندگی بھر کی دوستی کو خیرباد کہنا پڑا ہو یا رشتہ داری سے انکار۔ انھوں نے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیا۔ جملہ معترضہ کے طور پر ان کے انتہائی قریبی اور عزیز ترین دوست سیٹھ محمد سعید اور حکیم محمد خاں صاحب تھے۔ سیٹھ سعید صاحب کو میں تایا جی اور حکیم محمد خاں صاحب کو چچا جی کہتا تھا۔ اگر کبھی دونوں سے ناراضی ہوئی تو صرف اس بات پر کہ وہ اپنی والدہ کے سامنے اونچا بول گئے تھے۔ خیر ان باتوں کے علاوہ ابا جی کا جوش جہاد بھی جنون کی حد تک تھا۔ یہ جنون انھوں نے ایک ایسے شخص سے لیا جو غازی تھا۔ مجھے یاد ہے ان دنوں میں چھوٹا ہی تھا اور ابھی قرآن پاک ہی حفظ کر رہا تھا۔ ایک روز میں اپنی دکان کے اس کیس کے پاس کھڑا تھا جس میں اعلیٰ ترین قلم ہوتے تھے۔ شوق کے باعث مجھے ان کے نام اب تک یاد ہیں۔ مثلاً پیلیکن، شیفرز، لائف ٹائم گارنٹی والا، پارکر ڈیو فولڈ، پارکر وی ایس، پارکر ۵۱، پارکر ۶۱، ایورشارپ، سوان، بلیک برڈ اور مونٹ بلانک۔ انہی قلموں کے قریب ابا جی کھڑے تھے۔ ہم چونکہ ایسے قلموں کے امپورٹرز تھے اس لیے پڑھنی کا بچہ گلی ڈنڈا تو سیکھے گا ہی۔ مجھے ان سب قلموں کے بارے میں علم ہو چکا تھا۔ وہاں اس شوکیس کے قریب ایک شخص خاکی وردی میں ابا جی سے بہت دھیمے لہجے میں باتیں کر رہا تھا۔ کچھ اس محویت سے کہ قلم رکھے کے رکھے رہ گئے۔ باتیں جہاد کی تھیں۔ محاذوں کی، لڑائی اور فرائض کی کچھ سمجھ میں آیا کچھ نہ آیا۔

غازی صاحب ابا کے دوستوں میں سے تھے ایک آدھ مرتبہ اسی خاکی وردی میں میں نے انھیں دیکھا تھا۔ وہ چھوٹے قد کے گٹھے ہوئے مضبوط آدمی تھے مگر اس دھیمے طریقے سے بولتے تھے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی۔ ابا گرم مزاج تھے اور جوش جہاد میں اونچا بولتے بھی تھے مگر غازی صاحب نرم گفتار تھے۔ ابا ان سے متاثر ہوئے اور یہی جذبہ انار کلی کے تاجروں میں پھیلایا۔

ابا جی کو تمباکو کے پان کھانے کی عادت تھی، دن میں درجنوں کھاتے تھے۔ کشمیر جانا ہوتا تو سو دو سو پان بندھوا کر ساتھ لے جانے لگے۔ پھر ایک دن اچانک پان کھانے ترک کر دیے کہ فرائض میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان کے پرانے تمباکو خور دہلوی لکھنوی دوست حیرت زدہ تھے کہ یہ کیسے چھٹ گئے۔ ابا جی کہتے اللہ کے حکم سے۔ واقعی یہ جذبہ کی بات تھی عزم کی بات تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ راہ خدا کے کاموں میں رکاوٹ بننے والی کسی شے کو وہ برداشت ہی نہ کرتے تھے لہٰذا چھوڑ دیے۔ بہت بعد جب میں کمسنی سے لڑکپن میں آچکا تھا وہی صاحب ہمارے پڑوس میں اترے جنھوں نے ابا کے دل میں جذبہ جہاد دوچند کیا تھا۔ معلوم ہوا ان کا نام غازی خدا بخش ہے اور یہ بھی کہ جہاد میں اور جہاد میں قتل ہونے والے کو شہید اور کامران لوٹنے والے کو غازی کہتے ہیں۔ اور غازی خدا بخش صاحب چونکہ کامران لوٹے تھے لہٰذا غازی کہلاتے تھے۔

ماں جی کو کسی بات پر اعتراض نہ تھا مگر وہ دونوں علوم اپنے بچے میں دیکھنا چاہتی تھیں کہ معاشرے میں اگر کوئی اس ایک سے محروم ہوگا تو وہ معذور ہوگا لہٰذا انھوں نے میرے دنیاوی علوم سیکھنے کے سلسلے میں بہت لڑائیاں لڑی تھیں جنھیں ہم دلائل کی جنگ کہہ سکتے ہیں۔

ہاں ایک بات اور، ابا جی نے جوش جہاد

میں پریڈ بھی سیکھی۔ خود وردی سلوائی۔ مجھے بھی چھوٹی سی وردی پہنائی۔ میں بھی اچھرہ تھانے کے سامنے والی گراؤنڈ میں ان کے ساتھ پریڈ سیکھنے جانے لگا۔ اس ضرورت سے ابا نے اپنے اوپر تقریباً حرام پتلون خود بھی پہنی مجھے بھی پہنائی۔ ان دنوں میں نے اور بھی بہت سے بزرگوں کو دیکھا کہ نیچے شلوار پہنتے تھے اوپر پتلون پہن لیتے، مجبوری تھی۔ مگر مجھے پتلون پہننے کی آزادی مل گئی۔ میں نے ابا سے تقاضا کیا۔ انھوں نے پتلون خرید کر دکان میں رکھ لی اور کوٹ کا ناپ دلوا دیا اس سے پہلے کہ میرا کوٹ سل جاتا ابا جی سے کوئی خان صاحب ملنے آئے۔ انھیں چائے وغیرہ پلائی۔ خان صاحب کا نام بھی ابا کو بے حد پسند آیا، "خونی خان"۔

وہ بار بار خونی خان، خونی خان کہتے اور جہاد کے لیے اس نام کو نہایت موزوں قرار دیتے۔ ابا جی نے خونی خان کی جو خدمت کی سو کی، میری پہلی اور بار بار تقاضے سے خریدی ہوئی پتلون بھی ان کی نذر کر دی کہ ان کے بچے بھی تھے اور انھوں نے اس کے لیے فرمائش بھی کی تھی۔ میں ہر چند چھوٹا تھا مگر زندگی میں پہلی مرتبہ میرا دل بند ہوتے ہوتے رہ گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا سینہ پھٹ جائے گا مگر میں ان کے سامنے احتجاج نہ کر سکتا تھا۔ ابا اپنے حسن سلوک سے بے حد خوش تھے ان کا فرمانا تھا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی خدمت

کرنے سے دنیا اور آخرت میں انسان کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

لیکن میرے اندر جو طوفان تھا وہ مجھے اندر ہی اندر جلائے جا رہا تھا۔ جب میں رات کو امی کے پاس گھر آیا تو انھوں نے میرے چہرے سے کسی غیر معمولی واقعے کو بھانپ کر مجھ سے پوچھا۔ کچھ کہنے کے بجائے میں رو پڑا تو ابا نے مجھے ڈانٹا اور امی کو بتا دیا۔ امی نے ایک مرتبہ پھر احتجاج کیا مگر ابا اپنے فیصلے کو ہمیشہ درست سمجھتے تھے۔ ابا جی نماز کے لیے گئے تو ماں نے مجھے گرم آغوش میں سمیٹ کر کچھ ایسا تسلی آمیز پیار دیا کہ میرا بے حد بوجھل دل بہت حد تک ہلکا ہو گیا۔ انھوں نے اسی وقت بہن کو بلا کر اپنا صندوقچہ منگوایا کوٹ پتلون کا حساب لگوایا اور پھر جمع شدہ رقم گننے لگیں۔ تقریباً دو سو دس روپے ہوئے جن سے دوسرے ہی دن نگے رنگ کی پتلون اور ٹوبڈا چیک کے کوٹ کا کپڑا خرید کر درزی کے ہاں سلنے کو دے دیا گیا۔ سارے واقعے کا ذکر اس لیے ضروری تھا کہ زندگی میں پہلا کوٹ پتلون ماں ہی نے مجھے بنوا کر دیا اور پہنایا۔ آپ شاید یقین نہ کریں مگر اس دن ان کی آغوش کی حرارت نے مجھے تسلی دے کر زندہ سا کر دیا تھا۔ سوٹ پہننے کا سرور اس لیے آج بھی مجھے یاد ہے کہ بالکل اسی آغوش کی حرارت اس سوٹ میں اتر آئی تھی اور جب تک میں نے کوئی دوسرا سوٹ نہیں پہن لیا یہ حرارت ہر لمحہ میرے اندر اترتی رہی۔ اسی کے بعد سے آج تک بیسیوں سوٹ سلوائے، پہنے مگر وہ لطف وہ سرور نہیں ملا۔ یہ محض جذباتی بات نہیں بلکہ ان کی دوسروں کے زخموں پر مرہم رکھنے کی شفقت نے اوروں کو بھی یہ حرارت بخشی لیکن کبھی جتایا نہ یاد رکھا کہ بقول ان کے احسانات کا ذکر نیکیوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیتا ہے۔

میں آج جو کچھ بھی ہوں انہی کی بدولت ہوں۔ اس طرح بھی کہ جب ایک مرتبہ ایک اعلیٰ پائے کے نجومی نے زائچہ کرنے کے بعد میرا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ تم جو کچھ پڑھ چکے ہو بس یہی ہے... آگے راستہ بند ہے، میں تلملایا پریشان ہوا تو ہمیشہ کی طرح ماں جی نے مجھ سے پوچھ لیا میرے بتلانے پر کہنے لگیں "وہ بکواس کرتا ہے۔ تم اگر خدا اور اپنے آپ پر بھروسہ کرتے ہو تو اس کو چیلنج سمجھ کر قبول کر لو۔"

واقعی میں نے اسے چیلنج سمجھ لیا اور جب تک ایم اے اور سری پوزیشن میں پاس نہیں کر لیا چین نہیں آیا۔ تھوڑا بہت لکھا پڑھا بھی۔ اگر وہ مجھے ہر وقت حوصلہ نہ دیتیں تو شاید میں نجومی کی بات کو اوڑھ کر سو رہتا اور آج اسی بند گلی میں منجمد ہوتا۔

کہتے ہیں کہ ہر بڑی شخصیت کے پیچھے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے اگر آپ

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

حکیم محمد اسلم صدیقی

دنیا کی تہذیب و تمدن کے قدیم مراکز اور مذاہب میں عورت کا مقام

۱۰۔ روم۔ قدیم تہذیبوں کا محافظ

اسپارٹا والوں کی طرح رومی بھی عمدہ اور صحت مند نسل قائم رکھنے کے قائل تھے اور اس کے لیے وہ بھی تمام وہ مسائل اختیار کرتے تھے جو اسپارٹا والوں کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں اس کے ماسوا ایک دستور یہ بھی تھا کہ اگر کوئی ناقص، بیمار یا کمزور بچہ پیدا ہوتا تھا یا لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو باپ کو یہ حق حاصل تھا کہ اسے مرنے کے لیے کہیں ڈال دے۔ رائے عامہ لاولد ہونے کو معیوب سمجھتی تھی عورت کو شوہر کی موت کے بعد اس کی جائداد سے کچھ نہیں ملتا تھا وہ پوری زندگی مرد کی غلامی اور محکومی میں بسر کرتی تھی یعنی باپ یا شوہر یا بیٹے کی۔

رومیوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ جنسی معاملات میں وہ ہمیشہ آزاد پسند رہے، ان کے یہاں بھی یونانی ذوق پھیلا تو نوخیز لڑکے میدان میں آ گئے اور وہ عورتوں کے حریف بن گئے، دیوتاؤں کے جشن منائے جاتے تو وہاں عورتوں سے زیادہ نوخیز لڑکوں سے روسیاہی کی جاتی تھی۔ اور جو مزاحمت کرتا اسے قربان کر دیا جاتا تھا۔ بدذوقی یا صحیح معنیٰ میں بے حیائی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ امرا کے لڑکے بیسواؤں کی نقل کرنے لگے۔ زنانے جوتے لباس، زیورات اور بناؤ سنگھار کر کے دعوت نظارہ دیتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شادی اور اولاد سے مرد گریز کرنے لگے، عورتیں گھروں سے باہر نکل پڑیں اور کلچرل مشاغل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگیں اور زناکاری عام ہو گئی۔ یہ تو عام معاشرہ کی حالت تھی سیزر یعنی قیصرِ روم کے متعلق مشہور تھا کہ "ہر عورت کا شوہر تھا اور ہر مرد کی بیوی"۔ اس نے جب گال فتح کیا تو عام طور پر لوگوں نے یہ اہتمام کیا کہ جب تک سیزر شہر میں رہے تمام خاوند اپنی بیویوں کو محفوظ مقام پر رکھ کر اس کو مقفل کر دیں؟[19]

ان کے یہاں جو دیوی دیوتا تھے ان میں یونانی دیوی دیوتاؤں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا چنانچہ ان میں ایک یونانی دیوتا "پرائیاپس" تھا جس کے لنگ پر عورتیں بیٹھا کرتی تھیں تا کہ اولاد ہو۔ پہلے بانجھ ہونا معیوب تھا اور ایسی عورت کو ناکارہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر حالات نے پلٹا کھایا اور اب انھیں بانجھ عورتوں سے زیادہ کارآمد اور پسندیدہ کوئی عورت نہ تھی وجہ یہ تھی کہ نہ حمل ہو گا کہ رسوائی ہو اور نہ اولاد ہو گی جس کی پرورش کا بوجھ ہو۔ پادریوں اور ننوں کی بہتات تھی اور یہ سب بداخلاق اور حیا سوز اعمال کے مرتکب تھے۔

آزادی، مساوات اور لباس و فیشن کے اعتبار سے رومی عورتیں آج کل کی مغربی عورتوں کے مشابہ تھیں اور بچوں کے مقابلہ میں کتے پالنے کے وہ بھی شوقین تھے۔

عام طور پر تہواروں کے موقع پر جنسی آزادی کے لیے راہیں بہت وسیع ہو جاتی تھیں اور یہ تہوار اس کے لیے بہترین مواقع اور فضا ساز گار کرتے تھے۔ اس میں تمام اخلاقی حدود پامال کر دیے جاتے تھے۔[20]

رومیوں کے متعلق لیکی کی "تاریخ اخلاق یورپ" کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں بھی بڑی تفصیل ہے۔

۱۱۔ ایران

ایران میں بھی عورت کی یہی بدحالی تھی۔ یہاں بھی وہ ایک جائداد سمجھی جاتی تھی جو باپ سے بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی۔ اس کی کوئی تمیز نہ تھی کہ وہ باپ کی بیوی کی حیثیت سے اس کی ماں ہے۔ خونی رشتوں کے علاوہ بہن اور بیٹی سے بھی جنسی تعلق رکھنا معیوب نہ تھا شادی کرنا ان کے ضابطۂ اخلاق میں ضروری نہ تھا۔ آزادانہ اختلاط کا عام طور پر رواج تھا اور اس کی بڑے پیمانہ پر تبلیغ اور تشہیر کی جاتی تھی۔ "مانی" اس مکتب فکر کا بانی اور مشہور مبلغ تھا۔ وراثت یا کسی طرح کا بھی عورت کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔

۱۲۔ عرب۔ تہذیب و تمدن سے ناآشنا

مذکورہ بالا تہذیب و تمدن کے قدیم مراکز کا جب یہ حال تھا تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ عرب جو تہذیب و تمدن کے نام سے بھی ناآشنا تھے۔ عورت اور معاشرتی اخلاق کا ان کے یہاں کیا تصور اور مقام ہو گا۔ عورت کے مقام اور حیثیت کی بات تو دور رہی ان کے یہاں تو لڑکی کا وجود ہی سرے سے موجب ننگ و عار تھا۔ لڑکا پیدا ہوتا تو اس پر فخر و مسرت کا اظہار کرتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو ان کا کچھ عجیب حال ہوتا۔ اس وقت وہ جس جذباتی اور نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہوتے تھے اس کے متعلق قرآن نے بہت واضح نقشہ پیش کیا ہے، ارشاد ربانی ہے "جب ان میں سے کسی لڑکی کے (پیدا ہونے کی) خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنی قوم سے چھپائے پھرتا ہے اور سوچ میں پڑ جاتا ہے) کہ آیا ذلت کو برداشت کرتے ہوئے اس کو (زندہ) باقی رکھے یا زمین میں دفن کر دے"۔ (نحل رکوع ۷)

یہ تھا ان کے نزدیک عورت کا تصور اور رویہ۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں "قسم بخدا! ہم دور جاہلیت (اسلام سے قبل) میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات کیں اور ان کے لیے جو کچھ مقرر کرنا تھا مقرر کیا"۔[21]

لڑکیوں سے نفرت اور ناگواری اس درجہ تھی کہ ایک شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس ظالم نے اس گھر ہی کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا۔[22] لڑکیوں کے لیے ان کے دل میں محبت و الفت کے جذبات بالکل ناپید تھے۔ وہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اس معاملہ میں وہ بڑے سنگدل اور بے رحم تھے۔

قرآن پاک نے ان کے جذبات اور کیفیات کی منظر کشی کی ہے، اس کے متعلق ایک دردناک واقعہ بھی سنیے۔ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کے درمیان انھوں نے اپنی زمانۂ جاہلیت (اسلام قبول کرنے سے پہلے) کا ایک ذاتی اندوہناک واقعہ بیان کیا کہ "میری ایک چھوٹی بچی تھی جو بہت پیاری اور بھولی بھالی تھی لیکن لڑکی ہونا ہمارے لیے بیحد شرم اور عار تھا۔ باوجودیکہ وہ مجھ سے بہت مانوس تھی اور میں اس کو بہت چاہتا تھا لیکن غیرت و عار اس انس و محبت پر غالب تھا۔ عربوں میں لڑکیوں کو مار ڈالنے اور زندہ دفن کر دینے کا کہیں کہیں دستور اور رواج تھا۔ چنانچہ میں اس پیاری بچی کو بہلا پھسلا کر ایک سنسان جنگل میں لے گیا اور وہاں میں نے اپنی اس بچی کو زمین میں دفن کر دیا۔ وہ بچی ابا ابا پکار رہی تھی اور میں اس پر مٹی کے ڈھیلے ڈال رہا تھا۔" اس بیدردی اور شقاوت کے واقعہ کو سن کر حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، یہاں تک کہ آپؐ کی ریش مبارک تر ہو گئی۔[23] کون شقی القلب ایسا ہو گا جو ایسے دردناک واقعہ کو سن کر کانپ نہ اٹھے۔ مگر عرب باپ کا دست شفقت اپنی بچیوں کے لیے بھیڑیے کا پنجہ ثابت ہوتا تھا۔

اسی ایک واقعہ پر بس نہیں ہے۔ قیس بن عاصمؓ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی آٹھ دس لڑکیاں دفن کی تھیں۔[24] اگر ان کو زندہ چھوڑ بھی دیتے تو ان کو تمام حقوق سے محروم رکھتے تھے۔ شادی کی کوئی حد نہ تھی۔ جتنی عورتوں

(باقی صفحہ پر)

سے چاہتے شادی کرکے قید میں رکھتے تھے۔
غیلان ثقفیؓ اور وہبؓ اسدیؓ نے جب
اسلام قبول کیا تو ان دونوں کے دس دس
بیویاں تھیں۔[۲۰]

شادی کی طرح طلاق بھی کوئی رکاوٹ نہ تھی، مرد جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجوع کرلیتا۔ اس طرح وہ زندگی بھر بیوی کو دق کرتا اور بندۂ بے دام بنائے رکھتا تھا۔ خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثا کا اس پر پورا حق ہوتا۔ جی چاہتا تو خود اس سے شادی کرلیتے یا کسی دوسرے سے شادی کردیتے اور اگر نہ چاہتے تو وہ آزاد تھے کہ اس کی شادی کسی سے بھی نہ ہونے دیں۔ اس طرح وہ عورت کی ذات اور جو کچھ اس کے پاس مال و متاع ہوتا سب پر حاوی رہتے۔ حد یہ ہے کہ سوتیلی ماں سے بھی شادی کرنا ان کے یہاں معیوب اور عار نہ تھا۔ وراثت میں ان کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا تھا۔[۲۶]

---

[۱۹] مغربی تہذیب آغاز و انجام ص۸ [۲۰] ایضاً ص۱۰ [۲۱] عورت اسلامی معاشرہ میں، بحوالہ صحیح مسلم [۲۲] ایضاً بحوالہ تفسیر کبیر جلد ۷، [۲۳] اسوۂ نبی رحمت مولف ہذا بحوالہ السیرت النبی حصہ دوم، [۲۴] عورت اسلامی معاشرہ میں: بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد ۱، [۲۵] ایضاً بحوالہ الترمذی ابواب النکاح ص۲۵ الف
ایضاً بحوالہ ابوداؤد کتاب الطلاق، ص۵ اب)
معارف القرآن جلد ۲ سورہ نساء رکوع : ۱ مولانا مفتی محمد شفیعؒ

بقیہ: چراغ آخر شب

بڑی شخصیت کو منہا کردیں تو کم از کم مجھ ناچیز کے پیچھے تو ایک ماں ہی کھڑی ہے یہ مقولہ ہونا ہی یوں چاہیے کہ "پیچھے کسی نہ کسی ماں کا ہاتھ ہوتا ہے۔" عورت کا لفظ یورپ والوں نے لکھا ہے، حالانکہ عورت کا سب سے افضل اور اعلیٰ مقام اس تخلیقی عورت کا ہے جو ماں ہے مگر اس معاشرے نے ماں کو تقدس نہیں دیا، صرف عورت کو قبول کیا۔ بیوی، بیٹی بہن ماں کے حوالے سے کم، محبوبہ کے حوالے سے زیادہ!

حقیقت یہ ہے کہ ہر بڑی شخصیت کے پیچھے اس کی تخلیق کار کھڑی ہے تہذیب کار کھڑی ہے، یعنی پہلا اسکول آف آرٹس موجود ہے، سو ماں کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ وہ سدا محبت ہی محبت ہے، ایثار ہی ایثار ہے، دکھوں اور غموں کو اپنے دل کی چھلنی سے گزار کر خالص ممتا بھرا سلوک بانٹتے رہنا اس کی فضیلت ہے جو خدا داد تو ہے مگر تابندہ ستاروں کی طرح روشن اور ہر دم تازہ ہوا کی بو باس لیے ہوتی ہے۔

مجھے افسوس ہے میں چند سطریں لکھنے بیٹھا تھا اور تحریر طویل ہوگئی لیکن سچ کو زیادہ دیر چھپا کر نہیں رکھنا چاہیے، نہ رکھا جاسکتا ہے۔ اور اب تو یہ چراغ بجھنے ہی کو ہے۔ میں اپنے آپ کو اس تاریکی کے لیے ذہنی طور پر آمادہ کر رہا ہوں جو ان کے بعد میرے چاروں طرف پھیل جائے گی کہ دیا اب بجھنے ہی والا ہے۔ وہ محبت وہ ہنستی ہوئی آنکھیں اور مروت سے بھرا بھرا دل۔ وہ حوصلہ آمیز، کان میں کہی ہوئی بات، وہ سینے سے لگا کر ماتھا چوم کر دن بھر کی کلفتوں کو لمحے بھر میں دور کردینے والی ہستی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو جائے گی کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے ضد کی طرح، اور کوئی دلیل کسی ضد کو نہیں کاٹ سکتی، سب کچھ فانی ہے، ہاں۔

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہوگا

سوال جواب

محمد طارق ندوی

س : عورت کا مہر شوہر کے ذمہ تھا اس نے تین سال کے بعد دیا تو وہ گزشتہ تین سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گی یا نہیں؟

ج : عورت کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ "قرض ضعیف" کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک عورت کو اس میں سے بقدر نصاب یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہو جائے اور اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔

س : کیا مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کے لیے کمرہ بنا سکتے ہیں؟

ج : نہیں، مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کے لیے یا کرایہ پر دینے کے لیے کمرہ بنانا درست نہیں ہے۔

س : ایک مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی جاچکی ہے اس مسجد میں کوئی شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے؟

ج : جماعت ہوجانے کے بعد اگر کوئی شخص اسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لیے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو مغالطہ ہوگا۔

س : راستے میں بعض مقامات پر ایسی مسجدیں ہوتی ہیں جن میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اذان و اقامت کا کیا حکم ہے؟

ج : مذکورہ مساجد میں بار بار اذان و اقامت کہنا مکروہ نہیں ہوگا۔

س : بعض علاقوں میں غیر مسلموں کے مخصوص لباس ہوتے ہیں ان کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

ج : غیر مسلموں کے مخصوص لباس کا پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو کسی کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

س : پرائیویٹ فنڈ پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

ج : نہیں، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ مملوک رقم پر ہوتی ہے۔ اور فنڈ کی رقم ابھی مملوک نہیں ہے۔

س : ایک شخص کا بینک میں پیسہ جمع تھا اسے اب نکالنا ہے تو وہ صرف اپنا پیسہ لے یا سود بھی لے سکتا ہے؟

ج : مذکور شخص اپنی رقم مع سود کے لے سکتا ہے اور پھر سود کی رقم غربا اور مساکین کو بلا نیت ثواب دے دے۔

س : رشوت کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

ج : رشوت یہ ہے کہ آدمی کسی کام پر مقرر ہو اس کا معاوضہ حکومت سے یا کسی ادارہ یا شخص سے بطور تنخواہ پاتا ہو اور پھر بھی اسی کام کے کرنے کا معاوضہ کچھ اور لے، یہ حرام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

طب و صحت

لونگ کے کرشمات

حکیم اخلاق محمود چغتائی

کھانے میں لذت کا کام دہن کا محاورہ مشہور عام ہے جو شاید لونگ کے بغیر نامکمل ہو کیونکہ جس کھانے میں لونگ کا استعمال نہ کیا گیا ہو اس کی لذت بے معنی ہوتی ہے عوام الناس میں لونگ صرف باورچی خانے تک محدود ہے حالانکہ امراض کے علاج میں لونگ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی دوا وسیع فوائد کی حامل ہو احقر تجربات و مشاہدات کی روشنی میں لونگ کے سینکڑوں تیر بہدف فوائد و حاسن قارئین کی صحت و تندرستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرنے کی کوشش کرتا ہے واضح رہے بہترین لونگ وہی ہوتی ہے جن کے اوپر ٹوپی ہو اس میں تمام لونگ سے زیادہ فوائد ہوتے ہیں۔

لونگ اور اعصاب

اعصابی کمزوری دور جدید کی عام مرض بن چکا ہے ہر عورت اور مرد اس مرض کا شکار ہیں اور سینکڑوں ٹانک اور ادویہ اس مرض کے ازالہ کے لیے ہیں لیکن افاقہ ندارد۔ لونگ پٹھوں کی کمزوری کھچاؤ اور تھکاوٹ کے لیے از حد مفید اور موثر ہے اگر کھانے کے بعد چٹکی بھر باریک لونگ کھا لیے جائیں تو بہت مفید ہوں گے لیکن اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ اگر معدے کے اندر بہت زیادہ گرمی ہو تو اس کا استعمال بہت کم مقدار میں کیا جائے۔

لونگ اور امراض قلب

دل کا ڈوبنا، متلی، چکر، کمزوری، بے طاقتی ڈھیلا پن اور ان تمام کیفیات کے لیے لونگ کا چوسنا یا چٹکی بھر چائے کے ساتھ میں لینا لونگ بلڈ پریشر کا کامیاب علاج ہے جب لو بلڈ پریشر کی تمام دوائیں ناکام ہو گئی ہوں اس وقت لونگ کا مندرجہ ذیل استعمال بہت مفید ہوتا ہے ایک گرم پانی کے کپ میں لیموں نچوڑ کر اس میں دو چمچ شہد ملا کر ایک چٹکی لونگ منہ میں ڈال کر اوپر سے یہ قہوہ پی لیں لو بلڈ پریشر کا یہ ایک کامیاب فارمولا ہے، بعض اوقات دل کی دھڑکن اعصاب کی کمزوری کی وجہ سے تیز ہو جاتی ہے ایسی حالت میں لونگ کامیاب نسخہ ہے۔

لونگ اور تبخیر

امراض معدہ میں اس وقت بڑی مرض معدے کی گیس اور تبخیر ہے جب مریض کا کھانا ہضم نہ ہو کھٹے کھٹے ڈکار اور پر کو کھانا چڑھنا متلی بدہضمی کی کیفیت ہو تو لونگ چٹکی بھر کا استعمال ہر کھانے کے بعد ضرور کرنا چاہیے اگر چٹکی بھر لونگ کے ساتھ عرق سونف ایک کپ اوپر سے پی لیں تو سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔

لونگ اور قے

لونگ قے متلی، ابکائی کا بہترین علاج ہے ایسی حالت میں لونگ کھلائیں اور ثابت لونگ منہ میں رکھ کر چوسیں جب بچوں کو بار بار قے آ رہی ہو لونگ گھس کر چٹائیں۔

لونگ اور علاج دست

اس ضمن میں احقر کا ایک مکمل مضمون قارئین کی نذر ہو چکا ہے جب کھانے کے فوراً بعد اجابت کی حاجت ہو پیٹ میں مروڑ اور بار بار دست خاص طور پر دودھ کے پیتے ہی دست آ جانا ایسی تمام کیفیات کے لیے بڑی الائچی اور پودینہ کا پانی ایک کپ کے ساتھ چٹکی بھر لونگ دن میں چار بار لیں تمام امراض کو نافع ہے۔

لونگ اور رال کا بہنا

بعض لوگوں کو سوتے ہوئے منہ سے پانی بہنے کی شکایت ہوتی ہے حتیٰ کہ تمام تکیہ پانی سے بھر جاتا ہے بار بار اٹھ کر تھوکنا پڑتا ہے ایسی تمام کیفیات کے لیے لونگ کا استعمال بہت مفید ہے۔

لونگ اور منہ کی بدبو

مجلس اس وقت کشت زعفران ہوتی ہے جب منہ سے پھول جھڑیں اور جب منہ سے بدبو کے بھبکے نکلیں تو تمام مجلس کشت تمباکو بن جاتی ہے اور بات سننے والا بڑی نفرت کرتا ہے یہ کیفیت بعض اوقات مسوڑوں کی خرابی سے ہوتی ہے اور اکثر معدے کی بدہضمی سے ہوتی ہے اس کے لیے لونگ کامیاب علاج ہے اور جوارش جالینوس اصلی بنی ہوئی بھی مفید ہے۔

لونگ اور نزلہ زکام

دائمی نزلہ اور زکام کا علاج لونگ سے ممکن ہے جب سردیوں کے موسم میں مریض کو نزلہ کی شدت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور چھینکوں کا طوفان اور ساتھ ہی زکام کا جانا ہے ساتھ ہی گلا بیٹھ جاتا ہے تو مریض کے لیے لونگ کا چوسنا چٹکی بھر چائے کے قہوہ / دودھ کے بغیر کے ساتھ کھانا از حد مفید ہے اگر ایسے لوگ لونگ کے خالص تیل کے غرارے کریں تو گلے کی خرابی، آواز کا بیٹھ جانا، نزلہ زکام اور گلے کے ورم کے لیے مفید و مجرب ہے۔

لونگ اور بدن کا درد

جوڑوں کا درد، کمر کا درد، پٹھوں کا درد گردن اور شانے کے درد، عرق النسار لنگڑی کا درد تمام دردوں کے لیے لونگ عجیب الاثر ہے اگر اس کو دن میں چار بار قہوے کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بہت فائدہ ہوتا ہے غرض سردی کے تمام دردوں کے لیے مجرب شدہ ہے۔

لونگ اور نمونیا

پہلو درد نمونیا اور پہلو کے کھنچاؤ کے لیے لونگ کو زیتون کے تیل میں جلا کر مالش کریں اور چٹکی بھر لونگ کھائیں۔ یہ نمونیا اور پہلو کے درد کے لیے مفید اور موثر ہے۔

لونگ اور مسلسل بول

ایک مریض ڈیڑھ گھنٹے کا بس سفر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بار بار پیشاب ضرور کرنا تھا اور اگر پیشاب روکتا تو اسے محسوس ہوتا کہ ابھی دماغ کو چھیڑ دیا ہے اور دماغ اور مثانہ پھٹنے کے قریب ہے جب اس کو لونگ کا مسلسل استعمال کرایا گیا تو مریض کا بار بار آتا ہوا پیشاب نارمل ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے اکثر بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں ایسے بچوں کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ اگر چالیس دن استعمال کرایا جائے تو بہت مفید ہے۔

مربہ آملہ ایک عدد صبح و شام باجرے کی روٹی یا کھچڑی صبح و شام ہر کھانے کے بعد لونگ چٹکی بھر کھلائیں۔ لاعلاج بیماروں کے لیے کامیاب نسخہ ہے۔

لونگ اور عورتوں کے امراض

لونگ سیلان الرحم لیکوریا کے لیے کامیاب نسخہ ہے جب پانی دہی کی طرح سفید ہو اندرونی ورم ہو ایام کی کمی ہو تو ان کیفیات میں لونگ از حد مفید ہے۔ بعض عورتوں کو حمل نہیں ٹھہرتا اگر ان کو لونگ چٹکی بھر استعمال کرایا جائے تو بہت فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

لونگ اور دمہ

دمہ کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ بہت مفید ہے لونگ آک کے پھول، نمک سیاہ ہموزن پیس کر گولیاں بنا کر چوسیں یہ گولیاں دمہ، بلغم کی زیادتی، کھانسی، گلے کی خراش اور دمہ کشی کے لیے بہت مفید ہیں۔ (باقی صفحہ ۳۷ پر)

مائل خیرآبادی

جن کی ہار

آدمی جھن جھن جنی اور گھن گھن جنی کے ساتھ مکان میں گیا دونوں کو حکم دیا مکان صاف کر دیا۔ پھر حکم دیا کہ سجاؤ، جنوں نے منٹ بھر میں کرے سجا دیئے، پلنگ کرسی میز اور ہر طرح کا سامان لیس کر دیا اور آ کر بولے اب کیا حکم ہے؟

آدمی نے کہا اب جاؤ کھانا لاؤ۔ جنوں نے منٹ بھر میں طرح طرح کا کھانا حاضر کر دیا۔ آدمی کھانا کھانے لگا اور جن بولے، اب کیا حکم ہے، ہم سے کام لو۔ اب تو آدمی سوچنے لگا کہ ان سے کیا کام لے۔ اس نے حکم دیا۔ جاؤ کشمیر سے سیب لے آؤ۔ دونوں نے منٹ بھر میں کشمیر کے سیب لا کر حاضر کیے اور بولے "اب کیا حکم ہے ہم سے کام لو۔ آدمی نے پھر سوچ کر کہا "اچھا اب جاؤ امریکہ سے دودھ کا ڈبہ لے آؤ"۔ یہ کہہ کر آدمی نے لقمہ منہ میں ڈالا ابھی لقمہ چبا کر نگلا نہیں تھا کہ دونوں امریکہ سے دودھ کا ڈبہ لے آئے اور بولے اب کیا حکم ہے ہم سے کام لو۔

اب تو آدمی پریشان ہونے لگا دل میں سوچا کہ اتنی جلدی یہ کام کریں گے تو ناک میں دم کر دیں گے مگر کام تو لینا ہی تھا اس نے کچھ سوچ کر کہا۔ اب جاؤ مکہ سے زمزم کا پانی لے آؤ۔ دونوں جن منٹ بھر میں زمزم کا پانی لے آئے اور پھر کام کی رٹ لگا دی۔ آدمی سوچنے لگا۔ اب معلوم ہوا کہ مجھے مشکل میں پھنسا دیا گیا ہے جیسے تیسے دن بھر تو وہ کام بتاتا رہا۔ رات کو سونے چلا تو جنوں نے کہا کام بتایئے۔ آدمی نے کہا "اب تو میں سونے جا رہا ہوں اب کام کیسا؟ جنوں نے کہا، یہ ہم کچھ نہیں جانتے کام بتاؤ اب تو آدمی ان سے پیچھا چھڑانے کی ترکیب سوچنے لگا۔

آدمی سوچتے سوچتے اکتا گیا تو اس نے خدا سے دعا کی کہ "اے اللہ! ان سے پیچھا چھڑا۔ دعا کے بعد اس نے قل اعوذ برب الناس پڑھی اپنے اوپر دم کیا جیسے ہی اس نے دم کیا ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی۔ اس نے جھن جھن جنی سے کہا۔ تم جا کر چالیس پچاس گز کا ایک بانس لے آؤ۔ گھن گھن جنی سے کہا تم جا کر ایک کتا لے آؤ۔ دونوں جن منٹ بھر میں لے آئے اور بولے کام بتاؤ۔ آدمی نے جھن جھن جنی کو حکم دیا کہ یہ بانس گاڑ دو اور اس پر چڑھو اترو جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں یہی کام کرتے رہو۔ گھن گھن جنی کو حکم دیا کہ تم اس کتے کی دم سیدھی کرو جب دم سیدھی ہو جائے تو مجھے دکھاؤ۔

دونوں جن اپنے اپنے کام میں لگ گئے، جھن جھن جنی نے بانس گاڑا اور اس پر چڑھنے اترنے لگا۔ گھن گھن جنی کتے کی دم سیدھی کرنے لگا۔ وہ دم پکڑ کر کھینچتا تو کتا بھونک کر کاٹنے دوڑتا گھن گھن جنی دم چھوڑ دیتا تو کتا بھی دم نیچے کر کے پچھلی ٹانگوں کے بیچ میں لے جاتا اور کبھی اوپر اٹھا دیتا۔

آدمی یہ دیکھ کر مسکرایا۔ اب وہ چین سے پڑ کر سونے لگا جھن جھن جنی رات بھر

(باقی صفحہ ۳۷ پر)

بانس پر اترتا چڑھتا رہا وہ چڑھتے اترتے تھک گیا گھن گھن جنی بار بار کتے کی دم سیدھی کرتا لیکن جب چھوڑتا دم ٹیڑھی ہی رہتی۔ صبح کو جب آدمی جاگا تو اس نے دیکھا کہ جھن جھن جنی بانس پر بہت سستی سے چڑھ اتر رہا ہے اور گھن گھن جنی کتے کی دم سیدھی نہ کر سکا۔ وہ دونوں پر بہت خفا ہوا اس نے تڑاک تڑاک دس بیس بید لگائے اس کے بعد ناشتہ کھانا اور دوسری چیزیں مانگیں۔ دونوں نے ضرورت کی سب چیزیں حاضر کر دیں اور چاہا کہ ذرا سستا لیں کہ آدمی نے حکم دیا "ہاں پھر اپنے کام پر چالو ہو جاؤ" جھن جھن جنی پھر بانس پر چڑھنے اترنے لگا اور گھن گھن جنی کتے کی دم سیدھی کرنے لگا۔

آدمی کھا پی کر کپڑے پہن رہا تھا کہ جنوں کے بادشاہ کے دربار میں جانے اتنے میں جنوں کے بادشاہ اپنے وزیروں اور درباریوں کے ساتھ خود اس کے گھر آ گیا جھن جھن جنی کو دیکھا وہ چڑھتے اترتے بے دم ہو رہا تھا پسینے میں شرابور، اور گھن گھن جنی کتے کی دم سیدھی کرنے میں جھنجھلایا ہوا تھا۔ بادشاہ نے دونوں کی خیریت پوچھی دونوں نے کہا "حضور! آپ ٹھیک کہتے تھے، ہم بھولے، یہ آدمی سچ مچ علم اور عقل کا پتلہ ہے۔ پہلے تو ہم نے اسے پریشان کر دیا اس کا سونا دوبھر کر دیا لیکن پھر اس نے کچھ پڑھا اپنے اوپر دم کیا تو جھٹ یہ حکم دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں سچ مچ آپ سچ کہتے تھے اللہ نے آدمی کو سب سے بڑھ کر بنایا اور اسے عقل سب سے زیادہ دی اب خدا کے واسطے اس سے ہمارا پیچھا چھڑا دیجئے نہیں تو ہم دونوں اس کا حکم مانتے مانتے مر ہی جائیں گے۔

بادشاہ ہنسا اس نے آدمی سے کہا بھائی "تم جیت گئے" ان دونوں نے اپنے گھمنڈ کی سزا پائی اچھا اب تم کو تمہارے گھر بھیج دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے آدمی کو بہت کچھ انعام دیا اور جھن جھن جنی اور گھن گھن جنی کو حکم دیا کہ اس آدمی کو جہاں سے لائے ہو وہیں واپس کر آؤ۔

دونوں جنوں نے بادشاہ کے حکم کو سنا۔ اطمینان کا سانس لیا منٹ بھر میں آدمی کو سامان کے ساتھ اس کے گھر چھوڑ آئے پھر کبھی انھوں نے آدمی سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کی۔ ہمت کرنا تو الگ رہا وہ تو اپنی قوم کے لوگوں کو نصیحت کرتے تھے کہ بھائی! انسان کو اللہ نے سب سے بڑھ کر بنایا ہے اس سے کبھی نہ بھڑنا۔

بقیہ: طب و صحت

لونگ اور دانت کا درد

داڑھ کے درد کے لیے دانت کے درد کے لیے اکیلی لونگ منہ میں رکھنا اس کا تیل روئی کے ساتھ رکھنا بہت مفید ہے۔

لونگ اور دردِ سر

سردی کی وجہ سے دردِ سر آدھے سر کا درد عصابہ کا درد مریض کو بے چین کر دیتے ہیں ایسے میں اگر لونگ استعمال کی جائے تو تمام دردِ سر تمام ہو جائے۔

لونگ اور گوہانجنی

جب آنکھ کے اطراف میں پلکوں کے اوپر یا نیچے پھنسی نکل آتی ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے ایسے میں اگر یہ پھٹ جائے تو اس کا مواد آنکھوں میں چلا جائے تو آنکھ کو خطرہ ہوتا ہے اگر لونگ اور ہلدی کو پانی میں گھس کر لیپ کیا جائے تو جلد افاقہ ہوتا ہے۔

لونگ آشوب چشم کے لیے عجیب الاثر ہے جب آنکھ کے ہوئے پیپ آتی ہو حتیٰ کہ آپریشن ناکام ہو گیا تو ایسی کیفیت میں لونگ اور ہلدی گھس کر آنکھ میں ڈالیں۔

لونگ اور ناسور زخم

پرانے سے پرانے زخم ناسور کے لیے لونگ اور ہلدی کا مرہم اعلیٰ درجے کا مفید اور مجرب ثابت ہوا ہے۔ زخم کو صاف کرنے میں بے مثال ہے اس کے علاوہ زخم کو بھرنے اور ملانے میں لاجواب ہے مندرجہ بالا لونگ کے بارے میں کچھ فوائد قارئین کی خدمت میں پیش کیے امید ہے کہ دعاؤں میں اختر کو ضرور یاد کریں گے۔

دسترخوان

ثمینہ صدیقی

دہی کا پلاؤ

اجزاء:

چاول ــــــ ایک کلو

دہی ــــــ لیٹر

پیاز دو عدد ــــــ درمیانہ سائز کی

ہری مرچ ــــــ ۵ عدد

لہسن ــــــ ایک پوتھی

ادرک ــــــ آدھے انچ کا ٹکڑا

نمک ــــــ چائے کے دو چمچے

گھی ــــــ حسب ضرورت

ترکیب: سب سے پہلے لہسن اور ادرک باریک پیس لیں اور دہی میں اچھی طرح ملا دیں ساتھ ہی ہری مرچ باریک کاٹ کر چائے کے ایک چمچہ نمک کے ساتھ اس میں شامل کر دیں۔ اب پتیلی میں گھی گرم کر کے پیاز کے باریک لچھے تل لیں۔ جب پیاز بادامی رنگت اختیار کر لے تو اس پیاز اور گھی کو دہی میں ملا کر پھینٹیں۔ یہاں تک کہ پیاز اور دہی یک جان ہو جائیں اور گھی علاحدہ ہو جائے۔ دہی کے اس آمیزے کو پتیلی میں ڈال دیں، ساتھ ہی چاول بھی اس میں شامل کر کے چولھے پر چڑھا دیں اور اتنا پانی ڈالیں کہ چاول گل جائے۔ جب چاولوں کا پانی خشک ہو جائے تو پتیلی توے پر رکھ دیں اور آنچ بالکل مدھم کر دیں۔ دس منٹ بعد چولھا بند کر دیں۔ دہی کا پلاؤ تیار ہے۔

بکری کی زبان

اجزاء:

بکری زبان ــــــ چار عدد

گھی ــــــ ۲۰۰ گرام

پیاز ــــــ ۱۲۵ ″

دہی ــــــ ″ ″

خشخاش ــــــ چائے کے دو چمچے

تل ــــــ دو چمچے

کچا ناریل پسا ہوا ــــــ ″ ″

بادام ــــــ آٹھ عدد

دھنیا پسا ہوا ــــــ دو چمچہ

ادرک پسی ہوئی ــــــ ۲۰ گرام

لہسن پسا ہوا ــــــ دو چمچہ

سرخ مرچ اور نمک ــــــ حسب ذائقہ

زیرہ ــــــ ایک چٹکی

کالی مرچ ــــــ چھ دانے

ترکیب: زبان صاف کر کے اس کے دو ٹکڑے کر لیں، تمام مصالحے پیس کر ملا دیں اور زبان کے ٹکڑوں پر اچھی طرح مل لیں اوپر سے دہی ڈال دیں ایک دیگچی میں گھی گرم کریں، پیاز کے لچھے بادامی رنگ پر تل لیں پھر مصالحہ لگے زبان کے ٹکڑے کو گھی میں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب دہی کا پانی خشک ہو جائے تو خوب بھونیں۔ مصالحے کی بو مر جائے پانی خشک ہو جائے اور گھی چھوڑ دے تو ڈیڑھ پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں، پندرہ منٹ کے بعد زبان کے ٹکڑے گل جائیں گے۔ تھوڑا شوربہ رہنا چاہیے اس پر ہرا مصالحہ کاٹ کر ڈال دیں۔ ذرا سا گرم مصالحہ پسا ہوا چھڑک دیں اور ٹماٹر ثابت ڈال دیں پھر ڈھکن مضبوطی سے بند کر دیں اور دم پر لگا دیں۔ گھی اوپر آجائے تو ڈونگے میں نکال لیں۔